مقام اس کا ہے دل کی خلوتوں میں ٭ خدا جانے مقام دل کہاں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تو ابھی رہگذر میں ہے قید مقام سے گذر ٭ مصر و حجاز سے گذر پارس و شام سے گذر

اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں ٭ وجود حضرت آدم نہ روح ہے نہ بدن



مُصنّفہ و مُؤلّفہ:

ڈاکٹر نور محمد نور سروری قادری جلالپوری

سلسلۂ تصنیف نمبر (۴)

ہدیہ کتاب

اول گیارہ بار درود شریف۔ ایک بار الحمد شریف

۔تین بار سورۃ اخلاص۔ آخر گیارہ بار درود شریف

برائے ایصال ثواب

مصنف تصنیف ہذا

ڈاکٹر نور محمد نور (سروری قادری، جلالپوری)

(دعا کا طالب) ریاض مسعود

riazmasud2k@gmail.com

netdokan@gmail.com

Cell# 03334215416

علم العین کیساتھ استغراق نہیں تو مشاہدہ بھی نہیں

سلسلۂ تصنیف ۲ : زارِ زعفران
مصنفِ تصنیف : ڈاکٹر نور محمد نور سروری قادری جلالپوری
تاریخ اشاعت : تعداد
پریس
کتابت : محمد شریف اختر خوش رقم بچالیہ ضلع گجرات
قیمت فی جلد : ۳۰/- روپے (علاوہ محصول ڈاک

فہرست مضامین

پیشِ لفظ

قارئینِ کرام! یہ بندہ قبل ازیں سلسلۂ تصنیف ۱ سیف الرحمٰن ۲ اللہ جل شان ۳ حق سُبحان آپ کی خدمت میں پیش کرچکا ہے اور یہ زیرِ نظر تصنیف ۴ بنام زارِ زعفران پیش کررہا ہے اور ساتھ ہی سلسلۂ تصنیف ۵ سبحان اللہ پیش کر رہا ہے۔

اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تصوّف و رُوحانیت کے باریک نکات مثلاً علم الیقین کیسے اور کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ حواسِ خمسہ باطنی کیسے کُھلتے ہیں۔ آپ اس جہان سے اُس جہان میں بیٹھے بیٹھے جاگتے جاگتے کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ باطنی پرواز کیسے جاری ہوتی ہے اور اسکی کلید کیا ہے۔ باطنی نگہ کیسے پیدا ہوتی ہے اور اس کی کلید

نگہہ پیدا کر اے غافل کہ سرّ زندگانی ہے!

کیا ہے۔ باطنی جہان میں ہر روز اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے کیسے آیا جایا جا سکتا ہے اور اس کی کلید کیا ہے۔ کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے اُصول و قواعد کیا ہیں۔ بند آنکھوں سے دیکھنے کے اُصول و قواعد کیا ہیں۔ تو کامل رہنما سے بھی محروم رہا اور ناقص پیرسے بھی سے محروم رہا اس کی کیا وجہ ہے۔ تیری باطنی آنکھ نہ کھلنے کے اسباب کیا ہیں یہ بھی نہ جان سکا۔ اگر یہ سب راز در راز کی باتیں' اگر یہ پردہ در پردہ کے راز آپ کے گھر تک پہلے ہی پہنچ چکے ہوتے تو بندہ یہ تصانیف ہرگز ہرگز تصنیف نہ کرتا۔ بلکہ سچ پوچھو اِن لکھی ہوئی تصانیف کو بھی پھاڑ کر کہیں دُور پھینک دیتا یا دفن کر دیتا۔

لیکن حاشا وکلاّ ایسی نوبت نہیں آئی۔ اس لئے کہ پہلے اُنہیں خود حاصل کر کے اور ۵۰ برس آزما کر' پرکھ کر' جانچ کر تب آپ کے گھر بھیج رہا ہوں۔

یاد رہے کہ پہلی تینوں تصانیف پڑھ کر بہت سے لوگوں کی باطنی نظر کھل چکی ہے۔ میں اُن کو سلام کرتا ہوں اور جن کی نظر آئندہ کھلنے والی ہے اُن کو کوشش کا پیغام دیتا ہوں اور بس۔

مقدمہ

احقر ڈاکٹر نور محمد نور سروری

تو اے اسیرِ مکاں، لامکاں سے دُور نہیں

۱

میری باطنی نظر کیونکر کھلی

مَیں اتفاق سے دربارِ مقدس پہ گیا ہُوا تھا کہ کسی کے پاس موجود ڈاکٹر صاحب موصوف کی کتب پر میری نظر پڑی۔ یاد رہے کہ میں ایک لمبے عرصے سے باطنی نظر کا متلاشی تھا لیکن نہ ملی، نہ کھلی۔ اب جو اِن کتب پر میری نظر پڑی تو مجھے ایسا معلوم ہُوا کہ یہ کتابی علم تو نہیں یہ تو آپ بیتی اور تجربہ شدہ طریقہ معلوم دیتا ہے۔ مَیں نے سوچا اتفاق سے دربار بھی سامنے موجود ہے اور طریقۂ باطنی نظر بھی سامنے ہے کیوں نہ یہیں پر آج ہی کوشش کر کے دیکھوں بس میں بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ یقین جانیئے پہلی نشست میں ہی میری باطنی نظر کھُل گئی۔ پھر دُوسرے روز بیٹھا تو پھر مشاہدہ ہو گیا اور پھر ڈھونڈھتا ڈھونڈتا سیدھا جلالپور جٹیاں ڈاکٹر صاحب کے پہنچا اور سب کُتب خرید لیں اور اب تو دن بدن باطنی نظر پر مجھ کو کنٹرول حاصل ہو رہا ہے جب تک یہ زیرِ نظر تصنیف چھپے گی خدا معلوم کتنے اور لوگوں کی نظر کھُل چکی ہو گی۔ ڈاکٹر صاحب اپنے پیچھے دُنیا میں یہ صدقہ جاریہ چھوڑ چلے ہیں اور قیامت تک انشاءاللہ بے شمار بھُولے بھٹکے لوگ اِن سے راہ پائیں گے۔

؎ ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ

از محمّد وارث

اسلامیہ کالج روڈ۔ گوجرانوالہ

۸۶-۵-۳۰



تصنیفات ہذا کی باطنی تائید

یہ بندہ تقریباً ۳۰ سال سے متواتر و مسلسل ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں حاضری دیتا رہا اور حصولِ رُوحانیت کا تقاضا کرتا رہا لیکن میری اُفتادِ طبع سمجھئے یا شومیٔ قسمت کہ آپ ہر دفعہ مجھے اپنے پاس سے اُٹھا دیتے۔ میں ڈھیٹ نکلا کہ ۳۰ سال تک آنا جانا نہ چھوڑا۔ آخر تھک کر میں نے استخارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری فیضیابی کی جگہ کی نشاندہی کرے چنانچہ خواب میں مجھے بتایا گیا کہ تمہاری فیضیابی ڈاکٹر نور محمد جلالپور کے پاس ہے وہاں جاؤ۔ پس میں دوبارہ آپکے پاس آیا تو آپ نے پھر مجھے اُٹھا دیا۔ خدایا اب کیا کروں اس کے ۱۰ سال بعد ڈاکٹر صاحب نے کُتبِ رُوحانیت لکھیں۔ مجھے معلوم نہ تھا میں پھر آپکی خدمت میں گیا آپ نے فرمایا تو مولانا صاحب اب آپ کی قسمت کھُل گئی لو یہ کتب۔ ان پر دل و جان سے عمل کرو۔ پس میں ۳۰ برس کا پیاسا دل وجان سے عمل میں مصروف ہوگیا چند روز کے اندر اندر میری باطنی نظر کھُل گئی۔ تجلیات بھی جاری ہوگئیں۔ بزرگوں کی زیارتیں بھی بیٹھے بیٹھے ہونے لگیں۔ ابھی چند روز کی بات ہے میرے مرشد پاک مراقبہ میں آئے فرمانے لگے نصیر احمد یہ راستہ بالکل درست ہے۔ اسے نہ چھوڑنا۔

پرسوں کی بات ہے کہ حضرت محبوبِ سُبحانی حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ فداہٗ اُمی و اَبی اسی عاجز کے پاس مراقبہ میں تشریف لائے۔ فرمانے لگے اب تمہیں درست راستہ ملا ہے۔ اس پر خوب تہہ دل سے عمل کرتے جاؤ۔ منزلِ مقصود پر پہنچ جاؤ گے۔ اب تو ہر روز نقد محنت اور نقد مزدوری لے کر سوتا ہوں۔ میں ڈاکٹر صاحب کے بارے میں صرف ایک ہی بات کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ؎ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

از نصیر احمد کاتب خوشنویس، امام مسجد، سدھواں تارڑ تحصیل حافظ آباد
ضلع گوجرانوالہ

جنہوں نے ڈوبنا ہو ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

تاثیر تصنیف سیف الرحمٰن

عرض یہ ہے کہ مجھے ایک کتب فروش کے ہاں تصنیف سیف الرحمٰن نظر آئی دیکھتے ہی وہ میرے دل میں اتر گئی اس پر قیمت ۲۶/- روپے لکھا تھا مگر کتب فروش نے بضد ہو کر مجھے ۲۸/- روپے میں دی۔ پڑھا تو سب سے پہلے میں نے ۹۰ درجہ (آنکھ کے بالکل سامنے) زاویہ پر نگہہ جمانی شروع کی۔ صرف چند روز میں اسم اللہ نوری حروف میں مجھے اپنی پیشانی پر لکھا ہوا اور چمکتا ہوا نظر آیا۔ اور ساتھ ہی تجلیات بھی شروع ہو گئیں اور اب تو باطن میں آنا جانا میرے کنٹرول میں ہو گیا ہے۔ روز بروز اسم اللہ زیادہ متجلی روشن تر اور تجلیات میں شدت ہو رہی ہے۔ یہ سب کچھ کنٹرول میں آجانے کے بعد میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں مورخہ ۵/۹/۸۶ کی شام کو حاضر ہوا آپکے گھر میں میں نے جب عشاء کی نماز پڑھی تو بعد میں کچھ مستغرق یا زاویۂ نگاہ ۹۰ درجہ ہو گیا۔ ایک بزرگ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا تمہارا مسئلہ یہاں حل ہو جائیگا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی حل کر دو۔ محترمی بزرگوار نے فرمایا اعجاز تم میرا اسلام ڈاکٹر موصوف کو دے دو اور فکر مت کرو تمہارا مسئلہ یہاں بالکل حل ہو جائے گا۔ اسکے ساتھ ہی وہ بزرگ غائب ہو گئے۔

اور میں نے باطن میں یہ بھی دیکھا کہ آپ کی تمام تصنیفات بارگاہ میں قبول ہو چکی ہیں اور میں نے بچشم خود واللہ ان تصانیف کو قبولیت کے حال میں دیکھا ہے۔ اسکے بعد مجھ پر باطن میں اور بہت سے واقعات گذرے جن کو میں فی الحال اگلی ملاقات پر اٹھائے رکھتا ہوں۔ والسلام

۵/۹/۸۶

از محمد اعجاز حسین سروری قادری طالب علم ایف ایس سی ماڈل ٹاؤن لاہور

چشم کو چاہیئے ہر رنگ میں وا ہو جانا

ایک حقیقت

میں ڈاکٹر صاحب موصوف کا واقف کار نہ تھا۔ میرے پاس صرف آپ کی کتب کتابت کے لئے آئیں تو پہلی ملاقات ہوئی۔ دورانِ کتابت آپ کی حقیقت افروز تحریر لکھ کر میرا دل خود بخود اثر پذیر ہوتا چلا گیا۔ میں نے آپ کی تحریر کی سادگی میں تحقیق و جستجو کا عنصر غالب پایا۔ جو دوسری کتب میں اکثر نہیں ملتا۔ آپ کی تحریر کی تاثیر سے میں بچتا بھی تو نہ بچ سکتا تھا۔ آخر وہی ہوا کہ ؂

دام ہر رنگ زمین بود و گرفتار شدم!

سچ جانیئے کہ جب پختہ ارادہ اور عزم راسخ کے ساتھ میں پہلی رات متوجہ الی اللہ ہوا تو اُسی وقت سونے سے پہلے پہلے دیکھ بھی لیا۔ پھر دوسرے روز بھی پھر تیسرے روز بھی پھر چوتھے روز تو ایک شدید تجلی میرے قلب و نظر پر پڑی۔ اس کے بعد اب بھی جب پختہ ارادہ سے متوجہ ہوتا ہوں تو دیکھ لیتا ہوں۔ سو یہ ہے آپ کی تحریر کی تاثیر۔ ایک اور بات میں تو بیٹھتا بھی نہیں۔ جب سونے کے لئے لیٹتا ہوں تو صرف ۵ منٹ زاویۂ نگاہ قائم کر کے مستغرق ہو جاتا ہوں۔ اور بس۔

ہمارا تو یہ حال ہوا کہ آگ لینے کو گئے اور مل گئی پیغمبری کے مصداق صرف کتابت کرنے گئے تھے اور آنکھیں مفت میں کھل گئیں۔ سو میں نے آپ کی خدمت میں ایک حقیقت بیان کی ہے۔ اب اس حقیقت کے بعد کس انتظار میں بیٹھے ہو۔

از محمد شریف اختر کاتب و خوشنویس تصنیفات ہذا
پھالیہ۔ ضلع گجرات

حریفِ نکتۂ توحید ہو سکا نہ حکیم
نگاہ چاہیئے اسرارِ لَآ اِلٰہ کیلئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ
محمد

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المرسلین والتسلیم واھلبیتہٖ واصحابہٖ وخدامہٖ وحجابہٖ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمینْ

امّا بعد! اِس تصنیفِ لطیف کا مصنف یہ فقیرِ حقیر مسمّٰی بہ ڈاکٹر نُور محمد نورؔ سہروردی قادری جلالپوری' بمقام جلالپور بھٹیاں. تحصیل حافظ آباد. ضلع گوجرانوالہ. صُوبہ پنجاب. پاکستان کا ساکن آج بتاریخ ۲۰-۴-۸۹ بروز اتوار یُوں رقمطراز ہے کہ بندۂ حقیر نے اِس تصنیفِ لطیف کا نام "زارِ زعفران" تجویز کیا اور گلہائے رنگا رنگ کا اسے خطاب دیا. دبستانِ انوار کے لقب سے ملقب کیا' اور راز و اسرار کی چادر میں اسے لپیٹا. نیز غیبی اہم الصّدٰت

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کُن فیکوُن

تاباں و متجلی کا درخشاں کنندہ کا اِسے مُوجب قرار دیا۔ اور طبعِ نازک کے لئے اِسے خوشبوئے مشام جاں سے معطر و معنبر و منور کیا اور محبوب القلوب و تسکینِ رُوح کے لئے اِسے فرحاں و شاداں کیا۔ اِس لئے کہ جو کوئی تہہِ دل سے اِس تصنیفِ لطیف کو پڑھے گا۔ پھر جان و دل سے اِس پر عمل کرے گا اُس کی باطنی بینائی اِنشاء اللہ کھُل جائے گی اور وُہ اپنی مرضی و اپنے اختیار سے اِس جہان سے اُس جہان میں داخل ہو سکے گا اور اسی زندگی میں اپنے منتہائے مقصُود کو پالے گا۔ نیز موت سے پہلے پہلے اُس منزل کو عبُور کرے گا جس کا خوف آج اُسے دامنگیر ہے اُس کا قلب زندہ ہو جائے گا۔ رُوح شادمان ہو جائے گی۔ یہ تصنیف لطیف آپ کو توحیدِ باری تعالیٰ کی طرف دلالت کرتی ہے۔ یہ تمام کائنات تو آپ کے سامنے ہے۔ اور اِس کائنات کو آپ نے دیکھ بھی لیا ہے۔ اِس تمام کائنات کا ذرہ ذرہ فنا پذیر ہے۔ خواہ آج سمجھ لے خواہ کل سمجھ لینا۔ لیکن آخر کار آپ کو سمجھنا ہی پڑے گا کہ ہم اِس جہان سے کُوچ کرنے والے ہیں تو اپنے عزیز و اقارب سے عہد تو کرتا ہے تیرے مجازی منصُوبے بھی بہت بلے چوڑے ہیں۔ لیکن اگر تیرے دل میں جگہ ہو تو ایک بات کہوں ؎

عُمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا!
عُمر کو بھی تو نہیں ہے پائیداری ہائے ہائے

تو ابھی رہ گزر میں ہے قیدِ مقام سے گزر
مصر و حجاز سے گزر پارس و شام سے گزر

خدا کے لئے اِس جمود کو توڑ۔ ذرا بیدار ہو۔ اور تیار ہو۔ ہر روز زندگی کا ایک دن کم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ غفلت میں ہیں اور میں انہیں کشاں کشاں موت کی طرف کھینچ رہا ہوں۔ میں تجھے اس لئے بیدار کر رہا ہوں کہ ہم نے موت سے پہلے پہلے۔ اسی زندگی زندگی میں اُس وادیٔ پُر خار کو طے کرنا ہے کہ جس وادی میں ہزاروں چلے لیکن راستے ہی میں بے دم ہو کر رہ گئے۔ لاکھوں چلے لیکن شدتِ پیاس سے جاں بلب ہو گئے لیکن آبِ حیات نصیب نہ ہوا میں تجھے ایسے چشمۂ آبِ حیات کی طرف دلالت کرتا ہوں کہ اُس کا ایک جُرعہ ایک گھونٹ پی کر تو زندہ جاوید ہو سکتا ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے وُہ چشمۂ آبِ حیات تیرے بہت نزدیک ہے بلکہ تیرے گھر میں ہے تیرے جسم میں ہے بلکہ تیری رگِ جاں کے قریب ہے۔

نظر پیدا کر اے غافل کہ سِرِّ زندگانی ہے

اچھا ترا خدا ہے کہیں ہو کہیں نہ ہو

کیوں دُور دُور ڈھونڈنے جاتے ہو تم اُسے
دیکھو یہیں کہیں رگِ جاں کے قریں نہ ہو

نکتہ یں ہزاروں باتوں کی ایک بات، اور ہزاروں نکتوں کا ایک نکتہ آپ سے عرض کرتا ہوں اگر آپ نے سمجھ لیا تو آپ کا بھلا ہوگا اور بازی بھی جیت جاؤ گے۔ اگر نہ سمجھا تو ساری عمر در بدر کا سوال آپ کے ہمیشہ دامنگیر رہیگا اور کام بھی نہ بنے گا۔ وُہ بہت بڑا نکتہ یہ ہے کہ خواہ آپ کسی کے مُرید ہوں یا نہ ہوں۔ خواہ آپ پیرِ کامل رکھتے ہوں خواہ ناقص پیر رکھتے ہوں۔ لیکن ہر صُورت میں آپ کو اپنی نظر سے کام لینا ہوگا۔ اور نظر پیدا کرنا سیکھنا ہوگا۔ نظر پیدا کئے بغیر ساری عمر تمہاری تشنگی اور پیاس بڑھتی ہی رہے گی۔ خُدا معلُوم تمہیں یہ کس نے پڑھا دیا کہ تیرا کام ساری عمر پیرِ کامل ہی کرے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ پیرِ کامل مکمّل اکمل ایک بیش بہا نعمت ہے اور کامل ہستیوں کو توفیق ہوتی ہے کہ ایک نظر میں باطن کھول سکتے ہیں۔ لیکن اگر تو اِس بات کو سمجھ جائے کہ پیرِ کامل کا دیا ہُوا کیسے سنبھال کر رکھا جاتا ہے تو مجھے اِس تصنیف کو تحریر کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ میرے پاس،

اندھیری رات میں کرتا ہے وُہ سرود آغاز
صدا کو اپنی سمجھتا ہے غیر کی آواز

میرے ارد گرد سینکڑوں لوگ ایسے ہیں جن کا پیر کامل و مکمل و اکمل تھا۔ اور پیرِ کامل و مکمل کی نظر سے اُن کا قلب بھی جاری ہوا (حرکتِ قلب نہیں بلکہ سچ مچ) اور اُن کے اندر کلمہ طیبہ بھی خود بخود جاری ہوا۔ اور تو اور باوُجود حافظ قرآن نہ ہوتے کے بھی اُن کے اندر خود بخود قرآنِ پاک جاری ہوا اور کئی ماہ تک جاری رہا۔ لیکن آج چالیس برس ہونے کو آئے ہیں۔ نہ قلب جاری۔ نہ کسی کا کلمہ طیبہ جاری اور نہ قرآن پاک جاری رہا۔ اور اِن لوگوں میں بیسیوں میرے دوست احباب بھی شامل ہیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے اِس کے بند ہو جانے کی وجہ کیا ہے۔ اگر معلوم ہے اور علاج بھی معلوم ہے تو میں یہیں قلم رکھ دیتا ہوں۔ اور لکھنا بھی بند کر دیتا ہوں۔ اگر نہیں وجہ معلوم اور علاج بھی نہیں معلوم تو پھر: ع

میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے

اے میری جان سے زیادہ عزیز میرے بھائی۔ تو یہی سمجھتا رہا کہ میرے اندر ساری عمر بلا محنت۔ بغیر خود ہاتھ پاؤں ہلائے یہ سب کچھ یونہی جاری رہے گا۔ یہی تیری سخت بھُول تھی۔ جن کے اندر یہ سب کچھ جاری تھا جب میری تحریر پڑھیں گے تو حسرت و افسوس سے ان کا دل پارہ پارہ ہوجائیگا

شعر منتظر موت کھڑی ہے کہ تجھے لے کے چلوں..... اور

لُطفِ کلام کیا کہ جو نہ ہو دلمیں دردِ عشق
بسمل نہیں ہے تُو، تو تڑپنا بھی چھوڑ دے

نکتہ ۲

سر بہ سجدہ ہے مسیحا کہ میری بات رہے

اِن میں وُہ مبتدی ہیں شامل ہیں جنہوں نے آج تک بیٹھے بیٹھے جاگتے جاگتے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ وُہ باطن میں آنے جانے کے اُصول و قواعد سے بھی قطعاً ناآشنا ہیں اور مزے کی بات یہ کہ اِن میں وُہ اصحاب بھی شامل ہیں جنہوں نے کچھ دیکھ لیا ہے لیکن دیکھنے کے اُصول و قواعد سے بھی وُہ بالکل بے خبر رہے۔ نتیجہ دونوں گروہوں کا ظاہر ہے کہ بے خبر لوگ تو اِس لئے نہ پا سکے کہ تھے ہی بے خبر اور باخبر اِس لئے خالی ہو گئے کہ باطن میں خود بخود اپنی مرضی سے آنے جانے کا طریقہ ہی نہ سیکھا۔ اور دی ہوئی چیز کو سنبھالنا اور آگے بڑھانا ہی نہ آیا ؎

افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو!
دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات

اِس عاجز نے صرف تیری اِسی ایک ناکامی پر پُوری پانچ کتب تصنیف کر ڈالیں۔ اور ان سب میں تیری ناکامی کا سبب بھی کھول کھول کر بیان کر دیا۔ پھر ہر ایک علامت کا درست علاج بھی تجویز کر دیا اور ساتھ ساتھ اپنے ذاتی مشاہدات بھی بیان کر دیئے۔ خُدا کے لئے دوبارہ، سہ بارہ اِن کو خوب غور سے پڑھ۔ پھر ان پر تہہ دل سے عمل کر صرف عمل ہی نہ کر اِن کو اپنے اختیار میں لا۔ ایسا کرے گا تو تُو مریض نہیں رہیگا بلکہ

اے پیرِ حرم رسم و رہِ خانقہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا

معالج بن جائے گا۔

لیکن ایسی بھی کوئی بات نہیں، جب سے یہ کتب تصنیف ہوئی ہیں پھر لوگوں کے ہاتھوں میں یہ گئی ہیں تو بہت لوگ میرے پاس ایسے آئے ہیں کہ جنہوں نے اِن تصنیفات پر عمل کرکے پہلے ہی روز دیکھا ہے اور کئی نے ہفتہ کے اندر اندر دیکھا ہے۔ کئی نے ایک ماہ میں دیکھا ہے۔ ویسے ذاتی طور پر میں پہلے ہی روز کا قائل ہوں اور عوام الناس کے لئے ایک دن یا ایک ہفتہ۔ اِس سے اُوپر جانے کو میرا دل بھی نہیں چاہتا ؎

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

میرے دوست! ۱۵ منٹ یا نصف گھنٹہ کوئی بات ہوتی ہے۔ تو صرف ۱۵ منٹ یا نصف گھنٹہ نکال لیا کر اور بتائے ہوئے طریقہ سے متوجہ ہو لیا کر۔ اِتنی سی تو بات ہے۔ کیوں سوچتا ہے، کیوں پریشاں ہوتا ہے

میرے بہت دوست ہیں اور اُن میں کثرت ایسے دوستوں کی ہے کہ جو نصف گھنٹہ بیٹھتے بھی نہیں بلکہ جب رات کو لیٹتے ہیں تو سونے سے پہلے صرف اسم اللہ ذات کا چند منٹ تصوّر کرکے زاویۂ نگاہ قائم کر لیتے ہیں۔ اور مستغرق، محو اور بیخود ہو جاتے ہیں۔ اور تجلیات کا نزول اُن پر شروع ہو جاتا ہے پھر جب چاہتے ہیں کہ سو جائیں اور زاویۂ نگاہ بند کر کے آنکھیں ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں اور پھر سو جاتے ہیں ۰

ہیں ہزاروں اِس کے پہلو رنگ ہر پہلو کا اَور
سینے میں ہیرا کوئی ترشا ہُوا رکھتا ہُوں میں

مَیں آپ کو ایک مزے دار بات سُناؤں۔ آپ سب لوگ ہمیشہ مراقبہ بھی کرتے ہو۔ مستغرق بھی ہوتے ہو۔ بیخود اور محو بھی ہر روز ہوتے ہو۔ آپ کہو گے کہ ہم تو ایسا نہیں کرتے۔ ذرا مجھے بتانا کیا ہر روز سوتے نہیں۔ کیا آپ پر ہر روز سونے سے پہلے اُونگھ نہیں آتی۔ واہ جی واہ اِسی کا نام مستغرق ہونا ہے۔ اِسی کا نام محویت ہے۔ اگر کوئی فرق ہے تو زاویۂ نگاہ قائم کرنے کا ہے۔ پس زاویۂ نگاہ قائم کر لو چند منٹ تو آپ جاگنے سے پہلے دیکھ سکتے ہو۔ آپ نے چھوٹی سی بات کو کتنا بڑا سلسلہ بنا لیا ہے۔ واہ جی واہ۔ سبحان اللہ ؂

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

اگر کوئی مقدارِ استغراق اور زاویۂ نگاہ سے واقف ہوتا تو پھر مجھے ان تصنیفات کو تصنیف کرنے کی ضرورت ہرگز پیش نہ آتی

اُٹھا نہ پھر کوئی رُومی عجم کے لالہ زاروں سے
وُہی آب و گلِ ایراں، وہی تبریز ہے ساقی

"فوائدِ تصنیفِ ھذا"

ہر تصنیف کی کوئی طرزِ تحریر ہوتی ہے اور ہر تحریر کی کوئی تفسیر ہوتی ہے اور ہر تفسیر کی کوئی تاثیر ہوتی ہے۔ اور اِس کائنات کی کوئی چیز بھی تاثیر سے خالی نہیں یہ اور بات ہے کہ کسی چیز کی زبان کو ہم سمجھتے ہیں اور کسی کو نہیں۔ پس عارف المعارف وُہ ہے کہ ہر چیز سے گزرتا ہُوا کبھی ایک جگہ کو اپنی قرارگاہ نہ سمجھ بیٹھے۔ نہ اِس جہان میں، نہ اُس جہان میں بھی کسی مقام کو بھی اپنی آخری منزل نہ سمجھ بیٹھے۔ اگر ایسا ہو گیا تو:-

(۱)۔ یہ تصنیف توحیدِ باری تعالیٰ کی طرف آپ کی برابر راہنمائی کرتی رہیگی۔

(۲)۔ اِس کی ابتدا عالمِ ملکوت اور انتہا عالمِ جاجوتیت ہے۔

(۳)۔ اِس کی ابتداء نفسِ مطمئنہ اور انتہا اخفیٰ وھوتک محیط ہے۔

(۴)۔ ضمیر کی روشنی، قلب و رُوح کی تجلی ستر و اسرار کی برق پاشی اِس کا خاصّہ ہے۔

(۵)۔ اگر آپ نے بات کو سمجھ لیا اور پھر اُس پر تہہ دل سے عمل بھی کیا تو یہ تصنیف آپ کی باطنی بینائی کھول کر ہی دم لے گی۔

اُٹھ گئے ساقی جو تھے میخانہ خالی رہ گیا
یادگارِ بزمِ دلّی ایک حالی رہ گیا

(۶)۔ خطوط کے جواب میں آپ کے لئے باریک نکات کھول دیئے گئے ہیں
(۷)۔ ان باریک نکات میں ہر طرح کے نکات شامل ہیں۔ کچھ آپ کی تشنگیٔ شوق کو سیراب کریں گے اور کچھ روحانیت کے باریک نکات کھلیں گے۔
(۸)۔ ان میں آپ کی باطنی بینائی۔ باطنی پرواز کے بہت نکات موجود ہیں۔
(۹)۔ اگر آپ نے ان پر کماحقہٗ عمل کیا تو آپ کی باطنی پرواز جاری ہو جائیگی اور اپنے ارادہ و اختیار سے جب چاہو باطن میں آجاسکو گے اور یہ باتیں ۵۰ برس اس راستہ پر چل کر آپ سے عرض کر رہا ہوں شاید اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے۔
(۱۰)۔ تصورِ اسم اللہ ذات کے ضمن میں ایک بات بطور خاص نوٹ فرمائیں کہ مُبتدی حضرات کو اوّل اوّل صرف تاثیر حاصل ہوگی۔ اِسم اللہ مرقوم نہیں۔ اسم اللہ مرقوم کوئی چھوٹی سی بات نہیں کہ اِتنی آسانی سے حاصل کرلوگے۔ ہاں اوّل اوّل تاثیر نیز تجلیات شروع ہوسکتی ہیں۔
(۱۱)۔ جسم میں اعضاء پر اسم اللہ مرقوم تو بہت بڑی بات ہے۔ مستقل مزاجی سے چلتے رہے تو ایک دن یہ مقام بھی آ ہی جائے گا۔
(۱۲)۔ اِسم اللہ کا تصور تاثیر پذیر ہوتا ہے تو انسان کے اندر کے لطائف بھی درجہ بدرجہ کھلتے جاتے ہیں۔
(۱۳)۔ ہر لطیفہ اپنا الگ الگ نام اور الگ الگ کام، الگ الگ منزل، الگ الگ مقام، الگ الگ رنگ، الگ الگ اسم تصور رکھتا ہے نیز الگ الگ

تری قندیل ہے ترا دل!
تو آپ ہے اپنی روشنائی!

ذکر کا حامل ہُوا کرتا ہے۔

(۱۴)۔ پس تو کوشش کر کہ تیرا لطیفہ قلب سب سے پہلے تجھ پر کھل جائے تاکہ تیری منزل کی ابتداء ہو جائے۔ اگر ابتداء ہو جائے تو انتہاء بھی آ ہی جاتی ہے۔

(۱۵)۔ تجلیات کا نزول تو بہت جلد بلکہ بہت ہی جلد شروع ہو جاتا ہے یہ نہ دُور ہے نہ اس میں دیر ہے۔ یہ تو ہر روز کی نقد مزدوری ہے۔

(۱۶)۔ یہ تجلیات تیرے قلب و دماغ و رُوح میں بہت سی تاثیری تبدیلیاں کریں گی۔ اور ایک دن ایسا آئے گا کہ تیرا سارا بدن نورٌ علیٰ نور ہو جائے گا۔ اسطرح منور ہو جائے گا کہ جو تیرے گمان میں بھی نہیں ہے۔

(۱۷)۔ یہ تجلیات درحقیقت ماسواہ اللہ کے سوا ہر چیز کو جلا کر خاک کر دیتی ہیں اور غیر اللہ کا وجودِ انسانی میں نام و نشان تک نہیں رہنے دیتیں۔ اور تو پکا اور سچا مؤحِد یعنی اہلِ توحید میں سے ہو جائے گا۔

(۱۸)۔ آخرکار یہ تجلیات تیری ظاہری و باطنی نظر کو ایک کر دیں گی پھر تو آخرکار کھُلی آنکھوں سے بھی دیکھنے کے قابل ہو جائے گا۔

(۱۹)۔ جس طرح ظاہر میں بجلی سے ریڈیو، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، مشینیں چالو ہیں اسی طرح باطنی بجلی (تجلیات) سے کشف القبور، کشف القلوب الہام، صوتِ باطنی، عالمِ بالا کی ظیر سیر مشاہداتِ ہر قسم چالو اور رواں ہیں۔

شمع کی طرح جئیں بزم گہہ عالم میں
خود جلیں، دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

(۲۰) . سالک اِسی برقِ باطنی کے دوش پر دونوں عالم کی منازل طے کرتا ہے اور آخرکار دونوں جہان کو عبور کر کے مقامِ توحید میں پہنچتا ہے اور دارالامن میں پہنچ کر لَا تخف ولَا تحزن کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ پھر وُہ ہر طرح سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔

(۲۱) . آپ اسم اللہ سے ظاہر و باطن و ہر بیماریٔ جسمانی و رُوحانی میں کس طرح کام لے سکتے ہیں۔ اس میں یہ ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔

(۲۲) . بلکہ اسم اللہ سے بڑھاپا بھی بہت حد تک کم ہو جاتا ہے اِس کا طریق کار کیا ہے. یہ اِس تصنیف کے آخر میں ملاحظہ فرمادیں۔

(۲۳) . ہر دردمند دل کو رونا مرا رُلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں شاید اُنہیں جگا دے



اگر آپ باطنی منازل طے کرنا چاہتے ہیں تو آپکے پاس
باطنی مرکب برائے سواری بھی چاہیئے جس پر آپ سفر کر سکیں!

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر!
اب اُنہیں ڈھونڈھ چراغِ رُخِ زیبا لیکر

"اِنتباہ"

قارئینِ کرام! یہ اِنتباہ مَیں نے تقریباً اپنی ہر تصنیف میں لکھا ہے اور نہایت ہی متانت اور سنجیدگی سے لکھا ہے لیکن اب کے اِس تصنیف میں لکھتے وقت وُہ پہلی سی سنجیدگی رُخصت ہوگئی ہے بلکہ اُلٹا ہنسی آرہی ہے۔ مَیں آپ کو ہنسی کی وجہ بتاتا ہُوں۔ وہ یہ کہ یہ اِنتباہ لکھا تو اِس لئے تھا کہ مَیں تنہائی میں رہوں۔ گمنامی میں رہوں لیکن جہاں، جہاں یہ کُتب پہنچیں۔ ہر صُوبہ میں جہاں جہاں یہ گئیں۔ اور جس جس کی نظر سے گزری وُہ اُسے پڑھ کر ضرور ہی مجھے تشریف لاکر ملا۔ یہ انتباہ تو بڑی احتیاط کے طور پر لکھا گیا تھا لیکن اِس انتباہ نے تو شائقین کے شوقِ ملاقات کو اور بھی بڑھا دیا یعنی سے

خُدایا جذبۂ دِل میں مگر تاثیر اُلٹی ہے!!
کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

اب سوچتا ہُوں کہ جب کہ تاثیر اُلٹا اثر دکھاتی ہے۔ لکھوں کہ نہ لکھوں۔

آج ہم اپنی پریشانی خاطر اُن سے!
کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھئے کیا کہتے ہیں

میرے عزیز دوستو! سُنیئے مَیں واقعی سچ کہتا ہُوں کہ نہ مَیں فقیر ہُوں نہ درویش، نہ اولیاء ہُوں نہ خرقہ پوش، نہ کامل ہُوں نہ اکمل، نہ صاحبِ خانقاہ ہُوں، نہ گدّی نشین، نہ صاحب دستار ہُوں، نہ صاحب خلافت (بلکہ نہ وجۂ ملامت).

پس پھر اِس حقیر بندہ کو دیکھ کر، اِس ناچیز بندہ کو دیکھ کر آپ کو کیا لینا ہے. یہ عاجز تو صرف ایک آدمی ہے. اور آدمی بھی ایسا کہ،

شعر آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا

دیکھئے میرے عزیز! جو کچھ مَیں نے زندگی بھر میں کمایا ہے بلاکم وبیش، بلاکم وکاست آپ کے آگے ڈھیر کر دیا ہے. یہ اِس لیئے کہ میرے دل میں آپ کا درد تھا. میرے دل میں آپ کی محرومی کا احساس تھا. جنہوں نے پا لیا اُن کو میرا سلام ہو اور جنہوں نے نہیں پایا اُن کے لیئے یہ تصانیف اُن کے راستہ کی روشنی ہیں اور اِس لئے بھی کہ جو کچھ مجھے آپ کو دینا تھا آپ کے گھر پہنچا دیا. پھر سفر کی تکلیف کیوں کرتے ہو. دیکھئے اگر آپکو مجھے ملنے کا بہت ہی شوق ہے تو بھی گھر بیٹھے رہو مَیں آپ کو اپنا نقشہ بتا دیتا ہوں. میری صُورت دُنیا داروں جیسی ہے. نہ جُبّہ نہ دستار. میرے کپڑے عام پڑھے لکھے لوگوں جیسے ہیں (ہاں البتہ درزی کو پاس بٹھا کر اپنے کپڑے سلواتا ہوں). اسلئے خوش پوش ہوں.

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ میں ہوتا تو کیا ہوتا

پہلے دوستوں کے بہ اصرار آتے جاتے رہنے کو دیکھ کر اب میں یہ
یہ کہہ سکتا ہُوں کہ آپ میری بات نہ مانو گے۔ اگر میں ٹھیک سمجھا تو پھر
آپ یہی کہو گے ؎

جھڑکی سہی، ادا سہی، چینِ بر جبیں سہی
جو نہیں بھی تو ایک 'نہیں' کی نہیں سہی

سُبحان اللہ! آپ پر بھی قربان جاؤں۔ میں نے کیا سوچا تھا اور آپ
کیا سمجھے۔ ہم نے واللہ داؤ نہیں مارا تھا۔ لیکن :-

ع ہم تو اُستاد تھے، آپ بھی ولی نکلے

اب سوچتا ہُوں کہ کیا تدبیر کروں۔ کیا علاج کروں۔ کونسا راستہ نکالوں کہ
کام بن جائے ؎

یہ ضد کہ آج نہ آوے، اور آئے بن نہ رہے
قضا سے شکوہ ہمیں کس قدر ہے کیا کہیئے

اچھا چلو۔ میں اپنی احتیاط کو، اپنی بات کو ختم کرتا ہُوں۔ آپ خود ہی کوئی مشورہ
ایسا دیں کہ جو آپ پر کارگر ہو جائے اور میری بھی بات بن جائے۔

ع کہ بن کہے ہی تمہیں سب خبر ہے کیا کہیئے۔

اگر قبول کرے دینِ مصطفےٰ انگریز
سیاہ روز مسلماں رہے گا پھر بھی غلام

قارئینِ کرام! اب آگے خطوط اور اُن کے جوابات شروع ہونیوالے ہیں۔ اِن سے آگے تعوّز اسم اللہ ذات کا مضمونِ وسیع وعریض شروع ہونے والا ہے۔ اِس سے آگے ایک اور کشادہ میدان مزید آنے والا ہے کہ ہم اسم اللہ کے پاک نام سے کس طرح رُوحانیت اور اس اپنی جسمانی کیفیت میں رُوحانی تبدیلیاں پیدا کر سکتے ہیں نیز اسم اللہ سے ہم اپنی جسمانی بیماریوں کو کیسے دُور کر سکتے ہیں۔ شروع ہونیوالا ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ میں توحیدی راستہ سے اِدھر اُدھر ہرگز ہرگز جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ تاہم دُنیا میں لوگوں کو ہزاروں دُنیاوی مشکلات جسمانی بیماریاں بھی لاحق ہوتی ہیں۔ خاص طور پر جب کہ وہ لوگ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے جینا چاہتے ہوں کہ چند روز نیکی کریں اور جسم بھی بیماریوں سے پاک رہے تاکہ اُس کا نام لیا جا سکے۔ پس ایسے بھائیوں کے لئے یہ تصنیف نعمتِ غیر مترقبہ کا کام دے گی۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ اُن کی مشکلات کو حل کر دے گی۔ ہمیں اُنہی لوگوں کی مدد کرنا ہے کہ جو لوگ نیک ہیں اور جو آخرت کا توشہ کمانا چاہتے ہیں۔

اُڑائے کچھ ورق لالے نے، کچھ نرگس نے، کچھ گُل نے!
چمن میں، ہر طرف بکھری پڑی ہے داستاں میری

"زارِ زعفران"

وجہ تسمیہ

قارئینِ کرام! میں صرف چھوٹی کلاسوں کے طالبانِ علم کے لئے ذرا کچھ "زارِ زعفران" کے الفاظ کے متعلق کچھ بطورِ تمہید عرض کردوں۔ کل میرے ایک پڑوسی نے کہا کہ مجھے ایک مزارعہ چاہیئے۔ میں نے کہا میں حاضر ہوں۔ اُس نے کہا تم نرم و نازک اندام سے آدمی ہو کیا تم کھیتوں میں کاشت کاری کر لوگے۔ میں نے کہا دوزخ کی آگ سے سرسبزی تو کہیں بہتر ہے۔ سو مزارع کے معنی ہیں زراعت کرنے والا۔ الصّلوٰۃ مزرعۃ الاخر یعنی نماز آخرت کی کھیتی ہے۔ سو یہاں مزرع، مزروعہ جگہ یعنی جس جگہ زراعت کی جائے کو کہا گیا ہے۔ اور مزرع کے یعنی کاشت اور مزروعہ کے معنی جس جگہ زراعت یعنی کھیتی باڑی کی جائے۔ پس زار کے معنی وہ جگہ جہاں کھیتی کی جائے۔ آپ نے اکثر گلشن زار، گلزار تو عام سُنا ہے سو گلزار کے معنی ہوئے جہاں پھول کاشت کئے گئے ہوں سو زار کے معنی ہوئے جہاں کاشت کی جائے اور زارِ زعفران کے معنی ہوئے زعفران کا کھیت چونکہ اس تصنیف میں مضامین بارہ رنگا رنگ ہیں اسلئے ان کو زارِ زعفران سے

بیدادِ عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسدؔ
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

موسوم کیا گیا ہے۔

ذرا تشریف لائیے نا۔ گلزار ہائے رنگا رنگ کی سیر کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ تصنیف صرف خطوط کے جوابات سے شروع ہوئی تھی۔ لیکن ہلکے پھلکے مضامین میری طبیعتِ مشکل پسند کو راس نہیں آتے ؎

بلنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دُشوار تو یہی ہے کہ دُشوار بھی نہیں

پس طبیعت پھر انہیں مشکل مضامین کی طرف جانکلی جو کہ میری اصل جولانگاہ ہے۔ نظر اگر اس جہان پر پڑتی ہے تو اُس جہان سے پَرے ہی جا کر ٹھہرتی ہے۔ راستے میں قیام و سکون کرنا طبیعت کو ہرگز گوارا نہیں۔ بہرحال یہ سب کچھ آپ کے لئے ہے۔ اب مَیں دیکھتا ہوں کہ اس گل و گلزار میں سے کون کون سے پھول "چُنتے" ہو۔

◐ چشم کو چاہیئے ہر رنگ میں وا ہو جانا

◐ راہ تو نشانِ راہ ہے منزل نہیں ہے

عشق کے بغیر زندگی لاحاصل ہے

"عشق"

۱۹-۱۲-۸۵

عزیزم محمد افضل صاحب قائد اعظم یونیورسٹی۔ اسلام آباد

السلام علیکم! آپ کا خط مل گیا ہے۔ آپ نے قبل ازیں نامہ میں اتنے سوال یک دم پوچھ ڈالے ہیں کہ اگر اُن پر تفصیل سے لکھا جائے تو ہزار صفحات سے بھی بڑی کتاب بن جائے۔ دیکھئے ایک تم ہی پوچھنے والے نہیں ہر طرف سے پوچھنے والوں کے خطوط آتے ہیں اور سب کو جواب دینا پڑتا ہے ؎

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب میرے راز داں اور بھی ہیں

یا پھر ؎ مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

بہر حال میں نے آپ کا وُہ دریافت نامہ سنبھال کر رکھ لیا ہے۔ فرداً فرداً گاہے گاہے ایک ایک سوال کا جواب ملتا رہے گا آپ کو۔ آپ نے اُن سوالوں میں سے ایک سوال یہ دریافت کیا ہے کہ عشق کیا ہے اس کی اقسام کیا ہیں۔

سو عرض ہے۔ کہ عشق، عاشق و معشوق کے درمیان ایک روحانی رابطے کا نام ہے۔ اور عشق کے ذریعے ہی دونوں عامل و معمول بندھے ہوئے ہیں اور پیدا یہ یوں ہوتا ہے کہ پہلے پہل صرف رغبت، میل و میلان ہوتا ہے۔ اگر یہ رغبت

نصب العین نہیں تو بھی زندگی لاحاصل ہے

شدّت اختیار کر جائے تو یہ محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور اگر محبت میں اور زیادہ شدّت پیدا ہو جائے تو یہی محبت عشق میں مبدل ہو جاتی ہے۔ اور اگر عشق اپنی انتہا کو پہنچ جائے تو پھر جنون میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور اگر حیرت اپنی انتہا کو پہنچ جائے تو یہ درجۂ فنا میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور فنا کی انتہا ہی کا دُوسرا نام بقا ہے۔ اور پھر انسان لایحتاج ہو جاتا ہے۔ ذرا بتانا کیا آپ نے اِن منازل کا الف بھی اَبھی طے کیا ہے۔ اور پھر آپ مزید کُتب کے نام بھی دریافت کرتے ہیں۔ کُتب کو چھوڑیئے۔ نظر کو۔ علم العین کو بروئے کار لانا سیکھئے۔ یہ آگیا تو سب کچھ آتا چلا جائے گا۔

مزید براں، سادہ طور پر یہ کہو کہ عشق کی دو اقسام ہیں۔ (۱) ایک مجازی (۲) دُوسرا حقیقی۔ مجازی کی پھر دو اقسام ہیں، ایک مجازی نفسانی دُوسرا مجازی رُوحانی۔ مجازی نفسانی کی انتہا یہ ہے کہ ؎

عشق جب قیدِ شریعت میں آجاتا ہے

تو پھر......... کثرتِ جلوۂ اولاد دکھا جاتا ہے

اور مجازی رُوحانی میں اگر آنکھوں کی بینائی سے واقف ہو تو پھر یہ عشقِ حقیقی میں تبدیل ہونے کی اہلیت رکھتا ہے۔ وگرنہ بالکل نہیں یعنی ؎

"عشق نے کر دیا لاچار وگرنہ غالبؔ"

آدمی تھے ہم بھی ورنہ کام کے!

اور عشقِ حقیقی کی یہ مثال ہے کہ ؎

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی

کُھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

؎ عشق نے غالبؔ نکمّا کر دیا ٭ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

زندگی زندہ دلی کا نام ہے!

نیز آیا ہے اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَا سِوَاءَ اللّٰہ۔ یعنی عشق ماسوا اللہ کے ہر چیز، خواہش و آرزو کو جلا ڈالتا ہے اور اسی کا نام ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

آیا خیال شریف میں۔ چلتے رہو گے تو مقام عشق بھی راستے میں آ ہی جائے گا ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

میں نے بارہا آپ سے عرض کیا ہے کہ میری رہبر قدرت ہے، فطرت ہے، تجربات ہیں، تحقیق و جستجو ہے۔ کتب نہیں۔ پس آپ کائنات کی ہر چیز پر غور کرنا سیکھئے۔ یہاں کا ذرہ ذرہ آپ کی راہبری کے لیئے تیار ہے ؎

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد

سو اگر کچھ پانے کا خیال ہے تو جلد از جلد تحقیق و تجسس میں مصروف ہو جائیے ورنہ ظاہری فنا کے ہاتھ کسی کو نہیں بخشتے۔ جی!

عشق کی اِک جست نے طے کر دیا قصہ تمام! ؎
اِس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

والسلام

احقر ڈاکٹر نور محمد نور سروری قادری

۸۵/۱۲/۱۹

لامحدود کی تلاش ہے تو تُو بھی محدُود نہ ہو

۱۲-۵-۸۱

جناب مکرمی پروفیسر صاحب ۔ ماڈل ٹاؤن ۔ لاہور

السلام علیکم ! آپ نے فرمایا ہے ؎

دُنیا ترے وُجود کو کرتی رہی تلاش
ہم نے ترے خیال کو یزداں بنا لیا

بنائیے ! بنائیے لیکن ایک بات ذہن میں رہے کہ چراغ راہ کو کہیں بھول کر منزلِ مقصود نہ سمجھ بیٹھنا ۔ اس لئے کہ ، ؎

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نُور
چراغ راہ ہے ، منزل نہیں ہے

اپنے آپ کو محدُود نہ کر لینا ۔ اس لئے کہ ہم ایک روز لامحدُود کی تلاش میں گھر سے نکلے تھے ؎

رہبر وِ راہِ محبت ، رہ نہ جانا راہ میں !
لذتِ صحرا نوردی دُوریٔ منزل میں ہے

ویسے ایسی بھی کوئی بات نہیں ۔ میں آپ کے شعر کی داد دیتا ہُوں بچپن میں میرا بھی یہی خیال ہوتا تھا ۔ اور اُس وقت میری زبان پہ یہ شعر ہوتا تھا ؎

غالبؔ ، ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہُوں بندگیٔ بُوتراب میں

والسّلام

احقر ڈاکٹر نُور محمد نُور کسری



۲۲-۵-۱۲

"گلشن سبطین بھکر"

السلام علیکم! ہم نے آپ کے گلشن زار کو دیکھا۔ ماشاءاللہ خُوب پایا اور آپ کی طبیعت کو دیکھا تو گلشن سے بھی خوب تر پایا؎

ہے جستجو کہ خُوب سے ہے خُوب تر کہاں
اب دیکھیے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

پچھلی دفعہ میں آخری الوداعی روز جب آپ سے جُدا ہُوا تو ایک ہاتھ میں میرے رنگ برنگ گلاب کے پھُولوں کا گلدستہ تھا جو کہ آپ نے نہایت ہی محبت سے بنا کر دیا تھا اور سارُو بھائی نے دُوسرے بھائی کے ساتھ مل کر گلاب کی ٹہنیوں سے کانٹے الگ کیۓ یہ آپ نے شاید اِس لئے کیا تھا کہ کہیں مجھے کانٹے نہ چُبھ جائیں لیکن میرے محترم ہماری تو ساری عُمر ہی کانٹوں پہ گزری ہے؎

گلشن پرست ہُوں' مجھے گُل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیۓ جا رہا ہُوں میں

بہرحال الوداعی بغلگیری آپ نے یُوں کی کہ میری آنکھیں بھی تڑپے بغیر نہ رہ سکیں۔ سارا راستہ دِل بھر بھر آتا رہا۔ اور تا حال یاد و اشک باری جاری ہے۔ اب سوچتا ہوں کیا کروں؎

جو تُم نے آگ لگائی تھی اُس کو تو بجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اُس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

توبہ توبہ آپ نے آگ نہیں لگائی تھی چونکہ آپ تو سگریٹ پیتے ہی نہیں اور نہ ہی آپ کے پاس ماچس تھی لیکن آپ کے ہاں پانی کے پائپ تو تھے لیکن چونکہ

شعر
یہی وُہ آگ ہے پانی سے جو بھڑکائی جاتی ہے

گلشنِ کائنات کی پتی پتی کسی کی خبر دے رہی ہے

اگر یہ آگ پانی سے بجھ چکی ہوتی تو سارو بھائی سے کہتے کہ پھولوں کو پھوارے سے پانی دیتے ہو ذرا دو چار پھوارے ہم پہ بھی ڈال دو۔ لیکن کیا کریں اس پر تو پانی بھی جلتی پر تیل کا کام کرتا ہے۔

آگ کی بھی دو اقسام ہوتی ہیں ایک برقِ سکونی دوسری برقِ متحرک۔ برقِ سکونی کو ٹھنڈی آگ بھی کہتے ہیں جبکہ برقِ متحرک ہر چیز کو جلا ڈالنے کی خاصیت رکھتی ہے۔ جگنو میں جو برق پائی جاتی ہے وُہ ٹھنڈی ہوتی ہے۔ بلب کی روشنی کی برق گرم ہوتی ہے ؎

پروانہ اِک پتنگا، جگنو بھی اِک پتنگا
وُہ روشنی کا طالب، یہ روشنی سراپا

لیکن انسانی وجود دونوں قسم کی برقِ حیات سے مرکب ہے۔ ایک آگ ہمارے جسم کو گرم و چالو رکھے ہوئے ہے۔ اور دُوسری آگ رُوح کو تاباں و درخشاں رکھے ہوئے ہے۔ لیکن ایک تیسری قسم کی برقِ حیات بھی ہے جو انسان کو اِسی جہان میں، اُس کی زندگی میں دُوسرے جہان میں اُڑا کرلے جاتی ہے۔ خواب و خیال سے نہیں بلکہ سچ مچ۔ یہ برقِ حیات تربیتِ قلب و رُوح سے انسان کو حاصل ہو جاتی ہے اور انسان اپنی مرضی، اپنے اختیار سے جب جی چاہے دُوسرے جہان جا سکتا ہے۔ جب جی چاہے آسکتا ہے ؎

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشہ غالبؔ
چشم کو چاہیئے ہر رنگ میں وا ہو جانا

آپکے گل و گلشن کو سلام۔ ملک سارو بھائی و آدھا بھائی (مددگار) و دیگر پرسانِ حال کو سلام۔

احقر ڈاکٹر نور محمد نور سہروردی

تو ابھی رہگذر میں ہے قیدِ مقام سے گزر

۱۹۸۸ء

عزیزم محمد افضل صاحب قائدِ اعظم یونیورسٹی اسلام آباد

السلام علیکم! میں بھکر سے واپس آیا تو دیکھا ایک کثیر تعداد خطوط کی آئی پڑی ہے۔ لہٰذا فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے۔ دراصل میں بہت تنہائی پسند تھا بھول کر تصنیفات لکھ بیٹھا۔ گو یہ نہایت ہی کارِ خیر ہے۔ قیامت تک ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، لاکھوں نہیں بلکہ انشاءاللہ کروڑوں کی ان سے باطنی بینائی روشن ہو جائے گی بلکہ سچ پوچھو تو بہت لوگ میرے پاس ایسے آرہے ہیں جنہوں نے کسی سے مانگ کر چند صفحات سیف الرحمٰن یا میری دیگر تصانیف کے پڑھے تو اُن کی باطنی بینائی پہلے ہی روز کھل گئی۔ پھر اس کے بعد وہ میرے پاس آئے اور تصانیف لیں۔

تاہم یہ میری تنہائی میں بہت بڑی مداخلت ہے۔ جی چاہتا ہے جوابات کیلئے کوئی منشی رکھ لوں۔ تاہم منشی مضمون آفرینی کہاں سے لائے گا۔

خیران ہوں سر کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

تاہم خوش ہوں کہ کام کی باتیں پوچھتے ہو۔ میں لکھتا ہوں تو اس میں اپنا دل رکھ دیتا ہوں۔ کسی مضمون کو تشنۂ تکمیل ہرگز نہیں چھوڑتا۔ کسی کا بھلا ہو جائے کوئی سنور جائے، کوئی راہ پالے تو یہی بہت غنیمت ہے۔ یہ قحط الرجال کا زمانہ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا میں ہرگز قلم نہ اٹھاتا۔ نہ کوئی پیر ناقص ان راستوں سے آگاہ کرتا ہے اور نہ کوئی مریدانِ معرفت و اسرار کو پوچھتا ہے۔ میں کامل پیر کی بات نہیں کرتا۔ کامل پیر تو ایک بیش بہا نعمت ہے لیکن غور فرمایئے کہ کامل پیر کی تلاش میں میں نے پورے تین برس صرف کئے۔ کامل پیر یا پردہ نشین

ہوشیار باش ۔ یہ جہاں تیرا جہاں نہیں ہے

ہیں یا گمنام ۔ ماسوا دو ایک تصانیف کے کوئی اور تصنیف بھی مبتدی کے لئے اسرار در موز و اوقاف کو کھول کھول کر بیان کر دیتی تو پھر بھی مجھے قلم اٹھانے کی ضرورت نہ ہوتی تمام بزرگانِ دین کا کلام سو فیصد برحق ہے لیکن استعارات وتشبیہات و رموز اشارات سے کام لیا گیا ہے ۔ اُن کے اسرار و رموز کو دوبارہ کھول کھول کر بیان کرنا بھی کارِ دارد ہے ۔

پس اِس چند روزہ صحبت کو غنیمت جانیئے ۔

آپ کے دوست کا شعر کہ " مقصود وہی ہے ' درست ہے ۔ اگر درست ہے تو وہاں تک رسائی کے لئے باطنی بینائی ' باطنی پرواز ' باطنی مرکب ضرور تلاش کرنا چاہیئے ۔ اور وہ ہے "علم العین" اور اُس کے سارے لوازمات جن کو میں نے اپنی تصنیفات میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے جو میری بات سمجھ گئے اُن کی باطنی بینائی بھی کبھی کی کھل چکی ہے ؎

چشم کو چاہیئے ہر رنگ میں وا ہو جانا
بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشمِ آدم کو

احقر ڈاکٹر نور سروری

لامحدود کی تلاش ہے تو تو بھی محدود نہ ہو



اکتسابِ نظر و حصولِ فیض و علم العین کا حصول کیونکر ممکن ہے

۲۳-۱۲-۸۵ عزیزم محمد افضل صاحب قائدِ اعظم یونیورسٹی ۔ اسلام آباد

السلام علیکم ! آپ نے اپنے ۹-۱۲-۸۵ کے نامہ میں یہ بھی دریافت کیا ہے کہ اکتسابِ نظر و حصولِ فیض و علم العین کیسے اور کیونکر ممکن ہے .... سو عرض ہے اس کے بارے میں چند ایک مستند و مستحق طریقے آپ سے عرض کرتا ہوں اور یہ طریقے آپ کو کتابوں میں نہ ملیں گے ۔ یہ آج سے ۳۰۔۳۲ سال پہلے کی بات ہے کہ ایک دفعہ حضرت فقیر نور محمد کلاچوی قدس سرہٗ نے اس عاجز کو فرمایا کہ جب مُرید کا تصوّر و تفکّر اور پیر کی توجہ و تصرّف ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں تو فوراً باطنی رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور توجہ پڑ جاتی ہے ۔

(۲) پھر آپ نے فرمایا کہ جب مُرید کی کوشش اور پیر کی کشش ایک نقطہ پر مجتمع و مرکوز ہو جاتی ہے تو بھی فوراً باطنی رابطہ اور توجہ پڑ جاتی ہے ۔

(۳) میرا یہ آج سے چالیس ۴۰ پینتالیس ۴۵ سال پہلے کا تجربہ ہے کہ جب تصوّر و تفکر و توجہ و تصرّف کو اپنی نظر کے بالکل متوازی سامنے (اپنی آنکھ کے بالکل سامنے) ایک نقطہ پر مرکوز کریں گے تو فوراً تجلیات و مشاہدات آپ پر منکشف ہونے شروع ہو جائیں گے ۔

(۴) پہلے تینوں طریقوں کو با اثر ، نتیجہ خیز کرنے کے لئے ایک نہایت ہی ضروری شرط یہ ہے کہ آپ کو استغراق حاصل کرنے کا طریقہ ضرور آتا ہو ۔ اور استغراق حاصل کرنے کے طریقے میں نے بڑی کاوش سے اور مکمل طور پر اپنی تینوں تصانیف میں بتا دیئے ہیں ۔

(۵) ۔ پہلی چاروں دفعات کی تکمیل کے لئے زاویۂ نگاہ اور بھی نہایت ضروری ہے ۔ چونکہ زاویۂ نگاہ علم العین کی اور استغراق کی بھی سب سے

مشاہدات کے حصول کیلئے استغراق و زاویۂ نگاہ

لازم ہے!

آخری کلید ہے۔ فَهِمَ مَنْ فَهِمَ۔
اور اِس بات کو جس نے جان لیا سو جان لیا۔ اگر دُنیا والے اِسی ایک نکتہ کو جانتے ہوتے تو دُنیا میں آج ایک بھی نابینا نہ ہوتا ؎

در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمتِ مردانہ

کا یہی مطلب ہے۔ چونکہ اِن پانچوں شرائط اور اِن کے لوازمات پُورے کرنے سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق نظر دونوں جہان کے پار جا پڑتی ہے۔ دیکھئے ریڈیائی لہروں کے دوش پر آواز دُنیا کے ۸ چکر لگاتی ہے۔ لیکن رُوحانی دستی لہروں کے دوش پر آواز ایک سیکنڈ میں دونو جہان کے آٹھ چکر لگاتی ہے (بلکہ اِس سے بھی کم وقفہ میں) ؎

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

والسلام: خدا حافظ

احقر ڈاکٹر نور سُہروردی

"حصولِ فیض و اکتسابِ نظر"

۲۵ ۱۲/۸۵

عزیزم محمد افضل قائد اعظم یونیورسٹی۔ اسلام آباد

السلام علیکم! اگر آپ نے یا کسی نے بھی میرے ۲۴ ۱۲/۸۵ کے نامہ پر عمل کر لیا اور اُس کے نظر قائم کرنے کے سارے لوازمات پورے کر لئے تو باطنی آنکھ کی بیداری میں دیر نہ لگے گی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بغیر کسی کی ظاہری رہنمائی کے اُس کے باطنی مشاہدات جاری ہو جائیں گے اور وُہ اپنے پاؤں پہ کھڑا ہونے کے قابل ہو جائیگا۔ تو ایسے وقت میں ایک آپ بذاتِ خود، خود کفیل ہو جائیں گے دُوسرے جو باطنی نظر آپ کو حاصل ہوگی وہ دائمی طور پر ہوگی جو سلب نہ ہو سکے گی۔ تیسرے باطنی طور پر آپ کو خود اولیاء کرام کی رفاقت نصیب ہوگی۔

بقول فقیر صاحب کلاچوی قدس سرۂ جس طرح مُرید، کامل پیر کی تلاش میں رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح کامل پیر، کامل مُرید کی تلاش میں رہتا ہے۔ پس آپ نے یا کسی اور نے اپنے اندر باطنی نظر کھولنے کی استعداد پیدا کر لی تو باطن میں اولیاء کرام کی رفاقت بھی آپ کو نصیب ہو جائیگی ورنہ نہیں۔

مؤخر الذکر پانچوں شقوں پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ آپ ہر روز رات کو جب نصف گھنٹہ کے لئے بیٹھا کریں گے۔ دُوسرے اگر آپ کسی اولیاء اللہ کے مزار پر مراقب ہوں گے تو بھی اہلِ قبر سے باطنی رابطہ قائم ہو جایا کرے گا۔ یہ نقد سودا ہے۔ اُدھار نہیں۔ نقد محنت ہے نقد مزدوری ملے گی۔

پہلے اپنے آپ پر اعتماد حاصل کرنا سیکھیئے

آپ کتب تصوّف کے بارے میں بہت بار بار پُوچھتے ہو. سنیئے باطنی نظر میں نے پہلے پیدا کی تھی اور کتب تو بہت عرصہ بعد میں اپنی درمیانی عمر میں پڑھی ہیں. لیکن اب آخری زمانے میں جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے یہ کتابوں میں سے نہیں ہے. وہ کتب یہ تھیں "نورالہدیٰ" مصنفہ جناب سُلطان باہُوؒ قدس سرّہٗ اس کا ترجمہ "حق نما" مصنفہ حضرت فقیر نور محمدؒ کلاچوی قدس سرہٗ مع تفسیر (۲) "عرفان" حصہ اوّل (۳) "عرفان" حصہ دوم (۴) مخزن الاسرار وسلطان الاوراد علاوہ ازیں میں نے اپنی زندگی میں "تذکرۃ الاولیا" مصنفہ خواجہ فریدالدین عطارؒ "منطق الطیر" مصنفہ عطارؒ مذکور. مناقب سُلطانی مصنفہ سلطان حامد صاحب مکتوبات مجددِ الف ثانیؒ. کشف المحجوب مصنفہ حضرت علی ہجویری صاحب و دیگر کتب. لیکن یہ سب میں نے اپنی عمُر کے درمیانی حصے میں پڑھی ہیں باطنی نظر کے مراحل میں پہلے طے کر چکا تھا. سچ جانو تو نظر کے کھولنے کے لئے عالم و جاہل دونوں برابر ہیں. نظر کی تربیت اور چیز ہے. کتب کی پڑھائی اُور بات.

پس نظر پیدا کرنے کو اوّلیت دیجئے. ہاں واقفیت عامہ کیلئے کتب بھی پڑھ سکتے ہیں.

والسلام

احقر ڈاکٹر نور سروری

تمام ریاضت و عبادت کا مقصد نظر پیدا کرنا چاہیئے

۲۸/۱۲/۸۵ مکرمی ڈرائیور محمد اکرم گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور

السلام علیکم ! آپ نے نظر پیدا کرنے اور مشاہدات کے بارے میں دریافت کیا ہے ۔ سو عرض ہے ۔ پہلے رات کو جو کچھ وظائف آپ کرنا چاہتے ہوں کر لیا کریں پھر تصورِ اسمِ اللہ و تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی کیجئے لیکن اِس طرح کہ نظر اپنے سامنے جمی رہے اور ساتھ ساتھ بیخودی بھی طاری رہے ۔ جوں جوں بیخودی بڑھتی جائے گی سامنے سے اسم اللہ غائب ہوتا جائے گا چونکہ یہ ہم نے اپنے خیال سے تصور کیا ہے حقیقی نہیں ۔ پس اِسے غیب ہونے دیجئے اِس لیئے کہ یہ استغراق و بیخودی کی طرف مائل ہونے کی علامت ہے ۔ پس ایسی حالت میں اور زیادہ ڈوبتے جائیں حتیٰ کہ آپ کے سامنے صبح صادق جیسی فضا نمودار ہونی شروع ہو جائے ۔ پس اِسی فضا میں گم ہوتے ہوئے ذرا اور مزید بیخودی حاصل کیجئے ۔ یہاں تک کہ آپ کو کچھ معلوم نہ رہے کہ آپ کہاں بیٹھے ہیں یا کہاں نہیں ۔ اگر آپ نے اب بھی زاویۂ نگاہ کو اپنے سامنے جما کر رکھا اور ساتھ ساتھ بیخودی گہری پیدا کر لی تو پھر پہلے ہی روز مشاہدات کھل جاتے ہیں ۔ ایک سفید بُراق تجلی آنکھوں پر پڑتی ہے یا کوئی مشاہدہ ہو جاتا ہے ۔ یا کوئی بزرگ نمودار ہوتا ہے یا کوئی اَور نظارہ ہوتا ہے ۔

جس نے کمال استغراق اور گہری بیخودی اور زاویۂ نگاہ کے رابطہ کو سمجھ لیا تو گویا اُس نے سب کچھ سمجھ لیا ۔

آپ میری بات کو سمجھ رہے ہیں کہ نہیں ۔ کمال بیخودی میں زاویۂ کو قائم رکھتے ہوئے اپنی حالت کو اس قدر گہرا لے جائیں کہ نہ اپنی خبر رہے نہ غیر کی

جس نے عین استغراق میں زاویۂ نگاہ قائم رکھا اُس نے سب کچھ پالیا

سوتے وقت ہم چونکہ زاویۂ نگاہ قائم نہیں رکھتے ہیں بلکہ آنکھوں کو 'نظر کو ڈھیلا چھوڑ کر لیٹ جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں نیند آجاتی ہے۔ لیکن اگر سوتے وقت بھی کچھ دیر کے لئے سیدھے لیٹ کر زاویۂ نگاہ اپنے سامنے فضا میں قائم رکھیں تو بس نیند بھی نہیں آتی۔ بیخودی بقدرِ ضرورت بھی حاصل ہوجاتی ہے اور مشاہدہ بھی کھل جاتا ہے۔

فکر نہ کیجئے۔ میرا بھی خیال رہے گا تاہم اپنی باطنی کیفیت تو میرے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ضرور گہرائی تک لے جائیے۔ سچ پوچھو تو اپنے بچپن میں مجھے تو شوق نے کچھ محنت محسوس نہ ہونے دی۔ اور میری تو یہ غذا بن گئی تھی۔ یہ نہ محنت ہے نہ ریاضت بلکہ تحقیق و جستجو ہے۔ اور شوق ہے۔ شوق سے ہر چیز بے محنت ہوجاتی ہے اور جتنا جلدی اس بات کو سمجھ جاؤ گے اتنا ہی جلدی مشاہدہ بھی کھلے گا۔ ویسے اناڑی کو ایک ہفتہ میں ایک دو دفعہ نظر آجانا کافی ہوتا ہے۔

والسلام

احقر ڈاکٹر نور سروری

احدیت کی تلاش ہے تو وحدانیت سے بھی گزر!

"فردوس سلطین بھکر"

۲۸-۱۲-۸۵

مکرمی و محترمی جناب ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم ! ایک دفعہ میرا بھکر میں اور آنا ہو گا۔ بس پھر اس کے بعد ہم ناپید ہو جائیں گے۔ یہ تو صبح آپ سے یونہی ملاقات ہو گئی سرِراہ ہے وگرنہ : سہ

کسی کا خیال آگیا مُنہ اندھیرے
بڑی چوٹ کھائی سویرے سویرے

آپ کا باغیچہ دیکھا۔ شوق دیکھا۔ طبیعت کی شگفتگی دیکھی۔ گونا گوں رنگ برنگے شوق دیکھے۔ باغیچہ کے ایک طرف آپ نے حُوروں کو پنجروں میں بند کر رکھا ہے۔ تو دُوسری طرف شیطانوں کو مقید کر رکھا ہے۔

سبحان اللہ ایک ہی کرۂ ارض پہ شیاطین و حُوروں کو باہم دست و گریباں کر دیا ہے۔ بہر حال آپ اپنے شوق کو بہر حال و بہر صُورت نبھا رہے ہیں۔ سبزہ زار کو دیکھ کر تو یُوں یاد آتی ہے سہ

اُگ رہا ہے در و دیوار پہ سبزہ غالب
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

مَیں آپ کو ایسے پھُولوں کے بیج فراہم کروں گا جن پر مجھے بہت ہی ناز ہے۔ اور میری مسلسل ۲۰ سالہ جدّ و جہد کا نتیجہ ہے۔ مَیں ابتداء سے گزر چکا ہُوں بس انتہا سے نظر کا نیچے آنا محال ہے۔ ان کے پھُول دیکھو گے تو یہ کہو گے سہ

گلشن میں آگ لگ رہی تھی رنگِ گُل سے میرؔ
بُلبل پکاری دیکھ کے 'صاحب' پَرے پَرے

گُل و گلستاں کا پتّا پتّا کسی خالق کا پتہ دے رہا ہے

پھول میں نے ہر قسم کے اگائے ہیں برسوں۔ مگر ایک چیز ایسی ہوتی ہے کہ نگاہ وہاں پر ایسی ٹھہرتی ہے کہ عمر بھر وہیں کی ہو کے رہ جاتی ہے۔ پھر ایسی صورت دُنیا میں اور کہیں نہیں ملتی ؎

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے
آئینہ کیوں نہ دُوں کہ تماشا کہیں جسے

بہت نادرِ روزگار پھُول ایسے تھے جو باوجود احتیاط کے ناپید ہو گئے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

کیوں کچھ مزا آیا۔ کچھ طبیعت شگفتہ ہُوئی۔ نہیں ہوئی! ٹھیک ہے ؎

اُس وقت مجھے چونکا دینا جب رنگ پہ محفل آجائے

تکلف برطرف۔ یار میرا خیال ہے۔ جنت میں چلو گے تو ان پھُولوں کو بھی ساتھ ہی لے جائیں گے۔ حوروں اور جنت کا بارِ احسان کون اُٹھائے۔ اپنے سبزہ زار کو اپنے ساتھ ہی لیتے چلیں گے۔ بہت سوچتا ہُوں ؎

فریبِ آرزو دیکھو نکالا ہم کو جنت سے
دیا پھر ذوقِ جنت کیوں یہ حیرانی نہیں جاتی

پھُول تو پھُول۔ ایسے نامے بھی یادگار ہوتے ہیں۔

والسلام

اختر ڈاکٹر نُور سروری"

نامے لکھے ہزاروں خونِ جگر سے لیکن
ظالم نے کچھ سمجھ کر پانی میں گھول ڈالے

۳۱-۱۲-۸۵ قائدِ اعظم یونیورسٹی۔ اسلام آباد

السلام علیکم! دیکھئے میں اپنا اگلا نامہ ایک سال بعد لکھوں گا۔ کیا انتظار کرلوگے۔ کیوں ڈرتے ہو ایک رات میں تو ایک سال گزر جاتا ہے۔

تصوف و روحانیت کے مضامین کو اگر پھیلایا جائے تو ساری عمر میں بھی اختتام پذیر نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح اگر سوال کرتے جائیں تو یہ بھی ساری عمر میں ختم نہیں ہوسکتے۔ انسان کو چاہیے کہ جلد جلد ایک ایسے نقطۂ آغاز تک پہنچ جائے۔ جہاں سے کہ اپنی عملی زندگی کا آغاز کرسکے۔ آپ کتنے ہی سوال کیجئے۔ اور کتنے جوابات موصول کیجئے مگر راہ نہ پا سکوگے تاآنکہ صرف اور صرف ایک نقطۂ آغاز کو نہ پالیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک قول ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں اَلعِلمُ نُکتَۃٌ وَکَثَّرَتھَا الجُھَّالُ۔ یعنی ایک صاحبِ علم کے لیے علم تو صرف ایک نکتہ میں مرکوز ہے لیکن اس نکتہ کی کثرت پھیلاؤ۔ تفصیل تو صرف نادانوں و ناوانستہ لوگوں کے لئے ہوا کرتی ہے۔

گو میں نے بھی ابتدائی زندگی میں کائنات کی ہر چیز پر بہت عمیق غور وخوض کیا لیکن ہر بار غور و فکر کے بعد۔ بجائے اس کے کہ نظر پھیلتی جاتی بلکہ نظر ایک نقطہ کی واپس لوٹ کر مرکوز ہوتی گئی۔ پس یہی نقطہ میری زندگی کا نقطۂ آغاز ٹھہرا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو میری کائنات و میری صنعت پر غور کر۔ پھر نظر پھرا کے دیکھ۔ پھر نظر دوڑا کے دیکھ۔ تیری نظر ذلیل و خوار ہو کر واپس

تیری اِنتہا تیرے آغاز میں مضمر ہے!

تیری طرف لوٹ آئے گی۔

پس اس کی صنعت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس انتہا میں سے تو اپنی ابتداء کو تلاش کرے گا تو کام جلد ختم ہو جائے گا۔ میں آپ کو ایک نہایت سادہ سی مثال دیتا ہوں۔ ایک شخص محترم محمد وارث ساکن گوجرانوالہ دربار سلطان العارفین قدس سرہٗ پر گیا۔ وہاں اس نے مائی غلام فاطمہ (جو کہ خود بھی صاحب نظر ہے) کے پاس میری تصنیف "سیف الرحمٰن" دیکھی۔ ۵۰، اوراق پڑھے پڑھنے کے بعد اس نے خیال کیا کہ کیوں نہ میں علم العین کے اس طریقہ پر آج ہی سے عمل شروع کر دوں۔ چنانچہ بتائے گئے طریقے کے مطابق رات کو وہیں دربار مقدس پر متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ نتیجتاً پہلے ہی روز دیکھ لیا۔ دوسری شب پھر بیٹھا۔ پھر بیٹھے بیٹھے دیکھ کر اُٹھا۔ اس کے بعد وہ سیدھا میرے پاس آیا اور کتب لے گیا۔ بقول اُس کے جو چیز مجھے ۲۰ برس میں حاصل نہ ہو سکی تھی ایک رات میں ہو گئی۔

ابتداء ہو گئی نا۔ اسی طرح آپ بھی ابتداء کر سکتے ہیں۔ یہ نظر کا معاملہ ہے۔ جب تک نظر کا علم العین کا آغاز نہ کرو گے کچھ نہ ہو گا۔ کس بات کا انتظار ہے۔ کیوں منتظر بیٹھے ہو۔ سفر کا آغاز ہو گیا تو تمام سوالات کے جوابات آپ کو خود بخود ملتے جائیں گے۔

اُٹھئے۔ آغاز کیجئے۔ پھر انتہا کو بھی پا لو گے۔

والسلام

ڈاکٹر نور سروری

لذاتِ جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر!

۸۹/ا اے سراپا سوال راولپنڈی

السلام علیکم! لوجی آج میں پورے ایک سال بعد نامہ لکھ رہا ہوں۔ جھوٹ ہو تو پہلا صفحہ اُلٹ کر تاریخ ملاحظہ فرمالیں .... دُنیا میں لذات۔ سرور کیف، وجدان، بیخودی، استغراق، محویت کی درجہ بدرجہ بہت اقسام ہیں۔ مثلاً

(۱) ۔ سب سے پہلی لذت خالص بدنی، نفسانی ہے جو باہم دگر دو جسموں کے درمیان واقع ہوتی ہے۔ یہ لذت دُنیا کے ہر ذی رُوح خواہ انسان خواہ حیوان سب کو حاصل ہے۔ انسانوں میں اگر یہ منکوحہ کے ساتھ ہے تو برحق ہے لیکن اگر غیر منکوحہ کے ساتھ ہے تو سزا سنگساری یا کوڑے ہیں۔ ہوشیار باش اس کی زد میں لاکھوں انسان، کروڑوں پیر اپنی انسانیت اپنی رُوحانیت و عروج گنوا بیٹھے۔ الحذر۔ الحذر۔

(۲) ۔ دُوسری لذت و کیف قلبی ہے۔ اسے پہلی لذت کا عُروج سمجھئے جبکہ پہلی لذت مادّی ہے اور گندگی سے لبریز ہے۔ لیکن دُوسری لذت سراپا پاکیزگی۔ ذرا سمجھ دُوسری لذت پہلی لذت سے ہزاروں گنا زیادہ کیف آور وسرور آمیز کیفیت رکھتی ہے۔ اس وجدان میں عالم ملکوت میں ہلچل پیدا ہوجاتی ہے اور ملائکہ بھی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔

(۳) ۔ تیسری لذت و کیف و وجدان رُوح کا ہے۔ رُوح کا وجدان قلبی کیفیت سے بھی ہزاروں گنا کیف آور ہوتا ہے۔ اس سے عرشِ عظیم بھی لرزہ براندام ہوجاتا ہے اور تمام عالم اَرواح حرکت میں آجاتا ہے۔ اور یہ آفتاب عالم تاب کی طرح تمام عالم جبروت کو منوّر کر دیتا ہے۔ تم بار بار روضہ و خانقاہ کے اولیاء کرام سے ملاقات و فیض یابی کی بات کرتے تھے سو اس حالت کو پالو گے تو ہر کسی رُوح

تو اگر روح کے وجدان سے واقف ہوتا تو یوں صنمکدۂ جہاں میں نہ کھو جاتا

سے ملاقات ہو سکتی ہے اور ہر کسی سے فیضیابی بھی ہو سکتی ہے۔

(۴)۔ تو نے اگر چوتھی کیفیتِ وجدان کو پا لیا تو مقاماتِ الٰہیہ میں داخل ہو جائیگا جو کہ تیسری کیفیتِ رُوح سے بھی ہزاروں گُنا فزوں تر ہے۔ اور تو دونوں جہان پر چھا جانے کی اہلیت پیدا کرے گا۔ اور تیرا مقام باطنی جسم انوار و اسماءِ الٰہی سے منقش و مرقوم ہو جائیگا۔ اور تیری یہ کیفیت کبھی زوال پذیر نہ ہو گی۔ یاد رہے تو ایسے وقت میں لاہوت و لامکان میں ہو گا۔ لوحِ محفوظ، تمام اسماء و صفاتِ الٰہیہ قرآن پاک قدیمی نوری سب کچھ تیرے پیشِ نظر ہو گا۔

اس کے بعد اور بہت درجات و مراتب کیفیات ہیں۔ لیکن میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ ذرا میری طرف مُنہ کرنا۔ پھر یہ بتانا وہم و گماں۔ یہ صُورت گری۔ یہ صنم کدۂ جہاں کی لذات میں کب تک پھنسا رہے گا۔ تو ارفع و اعلیٰ کو چھوڑ کر کمتر اور مادی چیز پہ کیسے اور کیونکر قانع ہو گیا ؎

گریز کشمکشِ زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست

تیری یہ منزل نہیں ہے جس پر تو نے سکون کر لیا ہے۔ اور نہ یہ تیرا گھر ہے جسے تو نے اپنا مسکن بنا لیا ہے ؎

جس کا عمل ہو بے غرض اسکی جزا کچھ اور ہے
حُور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر!

والسلام

ڈاکٹر نور محمد نور سرہری

حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قیمت غالبؔ
جس کی قسمت میں تھا عاشق کا گریباں ہونا

۲/۹۶ جنابِ مسعود صاحب گوجرانوالہ

وعلیکم السلام، وعلیکم السلام! سُناؤ کیا حال ہے۔ راضی ہو۔ خوش ہو۔ گو میں ظاہری محبوب کے بارے میں قبل ازیں آپ کو لکھ چکا ہُوں۔ چلو آپ کے لئے مادی ہی سہی لیکن میرے خیال میں تو مادی محبت کو بھی ایک خاص موڑ تک لے جا کر ساکن کر دینا اپنی راہ کو کھوٹا کر دینا ہے ؎

بسکہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسّر نہیں اِنساں ہونا

اگر آپ چند قدم میرے ساتھ چلیں تو میں آپ کو بتاؤں کہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اصل میں واقعی یہ کچھ نہیں ہے۔ پس جس کسی نے اسی ایک حال پہ قناعت کر لی جو کچھ کہ دیکھ رہا ہے تو گویا اس نے اپنی منزل کھوٹی کر لی۔ نہیں نہیں اسکے بعد منزل در منزل اور بھی منزلیں ہیں۔ جب کسی نے کسی بھی منزل کو آخری منزل سمجھ کر سکون کر لیا تو بس وہیں کا وہیں رہ جائے گا۔ اگلی منزل کو ہرگز نہ پاسکے گا۔

میں نے اوائل عمر میں جب محبت، کشش کو سمجھنا چاہا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میرے اندر کون کس کو چاہ رہا ہے۔ اور جس کو چاہا جا رہا ہے۔ وُہ کون ہے۔ آخر کار بڑی جستجو کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ اپنے اندر سے جو کوئی چاہ رہا ہے یہ تو دل ہے پھر جب اپنے ہی دل کو ٹٹولا۔ پھر دیکھا۔ پھر آمنا سامنا ہُوا۔ تو اپنے دل سے خوبصورت کسی خارجی محبوب کو نہ پایا۔ اور اپنے ہی دل پہ اپنا دل لُٹا بیٹھا۔ اَب میں سوچتا ہُوں کہ انسان ڈھونڈتا باہر ہے۔ لیکن اس کا محبوب تو خود اِس کے اندر بیٹھا ہے۔ واہ جی واہ۔ چاہتا کسی کو ہے

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وُہی دل کا درد تھا

چاہت کہیں اور ہے۔ اور موردِ الزام کسی اور کو ٹھہراتا ہے

ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ میں ہوتا تو کیا ہوتا

آپ تو مجھ سے اچھے نکلے کہ آپ نے کسی اور کو محبوب جانا۔ چلو غلطی سے ہی سہی لیکن ہم اپنے آپ کا کیا کریں کہ ہم تو اپنے محبوب کے اصل پہ پہنچ گئے ہیں جو ہمارے ہی گھر میں سکونت پذیر ہے۔ دیکھئے ہمارا محبوب آپ کے محبوب سے کسقدر چالاک نکلا ؎

شوق ہر رنگ رقیبِ سر و ساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

سو میرے بھائی۔ اگر جانو، اگر سمجھو، اگر پا لو تو اپنے ہی دل سے بڑا کوئی محبوب نہیں۔ چونکہ دل ہی تمام آرزوئیں، تمنائیں اپنے اندر رکھتا ہے تو پھر محبوب "یہ" ہوا نہ کہ "وہ"۔ چونکہ ؎

مقام اُس کا ہے دل کی خلوتوں میں
خدا جانے مقامِ دل کہاں ہے

والسلام

احقر ڈاکٹر نور سہروردی



استغراق و نیند کی امتیازی خصوصیات

استغراق	نیند
استغراق . محویت . بیخودی[1] اور اپنے آپ میں ڈوب جانے کا نام ہے۔	نیند بیرونی دُنیا سے بے خبری کا نام ہے۔
استغراق آنکھیں بند کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔	نیند بھی آنکھیں بند کر کے آتی ہے
استغراق اپنی کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔	نیند قدرتی و فطرتی طور پر خود بخود آتی ہے۔
استغراق میں حواس خمسہ ظاہری اپنی کوشش سے بند کئے جاتے ہیں۔	نیند میں بھی حواس خمسہ ظاہری بند ہوتے ہیں لیکن قدرتی و فطرتی طور پر۔
استغراق میں اپنی مرضی سے حواس خمسہ ظاہری کو بند کر کے حواس خمسہ باطنی کو کھولا جاتا ہے۔	نیند میں حواس خمسہ ظاہری قدرتی طور پر بند تو ہو جاتے ہیں لیکن اپنی مرضی سے حواس خمسہ باطنی نہیں کھلتے
استغراق میں باطنی حواس اپنے کنٹرول میں ہوتے ہیں۔	نیند میں باطنی حواس اپنے کنٹرول میں نہیں ہوتے۔

استغراق	نیند
استغراق میں حواس باطنی مکمل کھلے ہوتے ہیں	نیند میں بھی حواس باطنی مکمل کھلے ہوتے ہیں
استغراق اگر بازاویۂ نگاہ ہے تو باطنی حواس کوئی مشاہدہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔	نیند میں اگر قدرتی حواس باطنی کھُل گئے تو اُس وقت ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہوتے ہیں۔
استغراق اگر بازاویۂ نگاہ نہیں تو ہم کوئی مشاہدہ نہ کرسکیں گے۔	نیند میں اگر حواس باطنی نہیں کھُلے تو بھی ہم کوئی خواب نہ دیکھ سکیں گے
استغراق بااختیاری کا نام ہے۔	نیند بے اختیاری کا نام ہے
استغراق اگر بازاویۂ نگاہ ہے تو بااختیار اگر بازاویہ نہیں تو بے اختیار ہے۔	لیکن نیند دونوں حالتوں میں بے اختیار ہے۔
زاویۂ نگاہ کے بغیر استغراق میں جاؤ گے تو یا کھو جاؤ گے یا سو جاؤ گے اگر زاویۂ نگاہ قائم کرلیا تو نظارے کرو گے۔	سوتے وقت اگر زاویۂ نگاہ قائم کرلیا جائے تو نیند بالکل نہ آئے گی بلکہ استغراق میں جاکر مشاہدہ شروع ہوجائے گا۔
زاویۂ نگاہ میں نگہہ اپنے سامنے کی فضا میں مرکوز ہوتی ہے۔	سوتے وقت ہم اپنی نظر ڈھیلی چھوڑ کر خلاؤں میں گم ہوجاتے ہیں۔

استغراق	نیند
اگر کسی نے جاگتے میں نیند کی کیفیت پیدا کر لی تو گویا اُس نے استغراق کو پا لیا	اگر کسی نے سوتے وقت زاویۂ نگاہ کو قائم کر لیا تو گویا اس نے استغراق کو پا لیا۔
اگر کسی نے بوقتِ استغراق اپنی نگہہ کو سامنے فضا میں مرکوز اور قائم کر لیا تو اُس کی باطنی آنکھ کھل جائے گی۔	اگر کسی نے سوتے وقت نگاہ قائم کر لی تو استغراق اور مشاہدہ دونوں کو پا لیا یوں باطنی نگہہ کو بھی پا لیا۔
بوقتِ استغراق ہم جس آلہ کے ذریعہ باطن میں دیکھتے ہیں، اِسی کا نام حواسِ خمسہ باطنی ہے	خواب میں ہم جس آلہ کے ذریعے دیکھتے ہیں اُسی کا نام حواسِ خمسہ باطنی ہے۔
اِستغراق کے بعد ہوش دوبارہ قائم ہو جاتے ہیں	بوقتِ خواب بھی ہوش دوبارہ قائم ہو جاتے ہیں۔
پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں	ہیں خواب میں ابھی کہ جو جاگے ہیں خواب میں
الغرض اگر استغراق با زاویۂ نگاہ کی تربیت حاصل کر لی تو اپنے اختیار، اپنی مرضی سے جب چاہیں باطن میں آ جا سکتے ہیں۔ وگرنہ نہیں۔	الغرض اگر سوتے وقت زاویۂ نگاہ قائم کر لیا تو استغراق کو پا لیا اور ساتھ ہی اپنے اختیار سے باطن میں آ جا سکتے ہیں۔ وگرنہ نہیں۔ حواسِ باطنی کی تربیت ہر حال میں ضروری ہے۔

سوتے وقت زاویۂ نگاہ قائم کرنا بلا محنت مشاہدہ جاری کرتا ہے

۵۔۲۶ عزیزم آفتاب احمد طارق فیصل آباد

السلام علیکم! آپ نے استغراق و نیند کا تقابلی مشاہدہ فرمایا۔ قبل ازیں تصنیف "اللہ جل شانہٗ" میں استغراق و تصور کی امتیازی خصوصیات تحریر کر چکا ہوں سو اگر آپ اور سب لوگ سوتے وقت بجائے اِس کے کہ اپنی نظر کو ڈھیلی چھوڑ دیں بلکہ سوتے وقت اگر سیدھے لیٹ کر اپنی نظر کو اپنے سامنے گاڑھ دو گے تو صرف چند روز کی مشق سے ہی مشاہدہ جاری ہو جائے گا۔ اسی کو مجوب بے محنت اور مشاہدہ بلا مجاہدہ کہتے ہیں۔ میں اپنی زندگی میں سالہا سال ایسا کرتا رہا اور ہمیشہ کچھ نہ کچھ دیکھ کر سوتا رہا۔ اتنے مشاہدات ہوئے کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔ اگر نظر تربیت یافتہ ہو جائے تو پھر خواب بھی سچے اور نہایت نکھرے ہوئے آیا کرتے ہیں۔ اسی لیئے خواب کو نبوت کا چالیسواں حصہ کہا گیا ہے۔ مشق کے بعد جب چاہو کہ سونا ہے تو نظر کو ڈھیلی چھوڑ دو۔ تب ہی آپ کو نیند آجائے گی۔ جب تک زاویۂ نگاہ قائم رکھو گے اور استغراق کی طرف بھی مائل ہو گے تو ہرگز نیند نہ آئیگی بلکہ گاہ بگاہ مشاہدات ہوتے رہیں گے۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ اگر اہلِ دُنیا زاویۂ نگاہ سے واقف ہوتے تو آج ایک شخص بھی دُنیا میں نابینا نہ ہوتا۔

ؔ ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

والسلام

احقر ڈاکٹر نور محمد نور سٹری



کہ عشق اوّل نمود آساں ولے افتاد مشکل ہا!

۱/۸۶-۶ جناب پروفیسر راجہ افتخار اللہ خاں صاحب - لاہور

وعلیکم السلام! آپ نے فرمایا ہے ؎

خشک شاخ و خشک چوب و خشک پوست
از کجا می آید ایں آواز دوست

ماشاء اللہ ماشاء اللہ!

اگر سچ پوچھو تو اس کائنات کی ہر چیز زبان رکھتی ہے۔ بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ حتیٰ کہ مالیکیول و ایٹم تک متحرک، قوت و طاقت سے مملو ہے۔ نیز ہمارے جسم کے رگ و پوست اور جسمانی ساخت کے آخری ذرہ تک میں قوت، آواز اور طاقت موجود ہے۔ اور انسان جب اپنے تمام لطائفِ غیبی کو عبور کرتا ہوا یہاں پہنچتا ہے تو پھر اس کے جسم کا ذرہ ذرہ روشنی، طاقت، آواز سے متحرک ہو جاتا ہے۔ دراصل ہماری اصل یہ تو نہیں ہے جو کچھ کہ ہم بیرونی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ ہماری ابتداء کہیں اور سے ہے آخرکار درجہ بدرجہ تنزل بہ تنزل آج ہم ماڈل ٹاؤن میں بیٹھے ہیں۔ پس ؎

بات وُہ آن پڑی ہے کہ بنائے نہ بنے!

؎ ہے ذوقِ تجلی بھی اِسی خاک میں پنہاں
غافل تو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے

سوچی۔ ہم تو کبھی کے منتظر بیٹھے ہیں کہ ہم اپنے گھر کو لوٹیں۔ اصل گھر کو۔ ہر چیز بنائے بن جاتی ہے۔ سو انسان وُہ ہے کہ اِسی زندگی میں موتِ طبعی سے پہلے پہلے اپنے اصل تک لوٹ جائے۔ جو دِل خود بخود اپنے اصل تک لوٹ جائے۔ جو دل خود بخود اپنے اصل کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتے آخرکار اُن کو مار کرلے جایا جائیگا۔

"آنکھ کا نُور دِل کا نُور نہیں!"

لیکن ایسی حالت میں وُہ صاحبِ خانہ نہ ہوگا بلکہ قیدِ خانہ ہوگا ؎

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پا بہ گِل بھی ہے
انہی پابندیوں میں حاصِل آزادی کو تو کر لے

لیکن ایسی بھی کوئی بات نہیں میں آپ کے ذوقِ نظر کی داد دیتا ہُوں۔
ماشاءاللہ آپ تو پہلے ہی خبردار ہیں۔ یہ سب کچھ اِس لیئے لکھا جا رہا ہے کہ شاید کسی اَور کا بھلا ہو جائے۔ میں اپنے سینے میں ایک بیقرار دِل رکھتا ہُوں۔ جو میرا رفیقِ کار بھی ہے۔ محبوب بھی ہے۔ معشوق بھی ہے ؎

دِل کو میں اور مجھ کو دِل محوِ وفا رکھتا ہے
کس قدر ذوقِ گرفتاری ہم ہے ہمکو

میرے دِل نے کبھی بھی مجھ کو فارغ البال نہیں ہونے دیا۔ ادھو کیا لکھ گیا ہُوں۔ بال کے معنی بچے۔ فارغ کے معنی ملا کر معنی یہ ہُوئے کہ بچوں سے فارغ لکھ گیا ہوں کہ فارغ البال نہیں ہونے دیا۔ حالانکہ میں بچّوں سے بالکل ہی فارغ ہوں۔

والسّلام
احقر ڈاکٹر نور محمد نور سحری

تو صفات سے ذات کی طرف پرواز کر

"غنچہ ہے اگر گُل ہو گُل ہے تو گُلستاں ہو"

۱/۸۶

گلزار سبطین بھکر

سلام شوق قبول ہو! دیکھئے نرگس کی آنکھ تو اچھی بھلی ہے۔ بمصداق ؎

تری آنکھیں تو بھلی اچھی ہیں!
سب انہیں کہتے ہیں بیمار، یہ کیا

ایک اور بات۔ لیکن عدم میں قیام ارواح کے ۳ حصے ہیں۔ ایک طرف تو ہو گیا بہشت اور دُوسری طرف ہو گیا دوزخ۔ لیکن بہشت و دوزخ کے مابین ایک خالی جگہ ہوتی ہے اس خالی جگہ کو اعراف کہتے ہیں یعنی اعراف ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں نہ بہشت ہوتا ہے نہ دوزخ بلکہ دونوں کے بین بین ایک تیسری فضا اور کیفیت ہوتی ہے۔ اور آپ نے اپنے گلشن کو یُوں ترتیب دیا ہے کہ گلشن کو اعراف اور دوزخ کے درمیان رکھ دیا ہے۔ یہ کیا ؎

حورانِ بہشتی را دوزخ بود اعراف
از دوزخیاں پُرس کہ اعراف بہشت است

یعنی شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بہشت کی حُوروں سے پُوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ والی جگہ کیا ہے حُوروں نے کہا یہ تو دوزخ ہے۔ پھر دوزخیوں سے جاکر پُوچھا کہ یہ جو تمہارے ساتھ والی جگہ خالی ہے یہ کیا ہے تو دوزخی کہنے لگے یہ تو بہشت ہے۔ حالانکہ وُہ جگہ نہ دوزخ ہے نہ بہشت بلکہ اعراف ہے۔ سو آپ نے اعراف کی جگہ کو بہشت میں تبدیل کر دیا ہے۔ اب جنّت کی کون آرزو کرے۔
اُدھر غالب کہتا ہے ؎

مَیں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھُل گیا
بلبلیں سُنکر مرے نالے غزل خواں ہوگئیں

اِن پریزادوں سے لیں گے خُلد میں ہم اِنتقام
قُدرتِ حق سے یہی حُوریں اگر واں ہوگئیں

میں آپکے گل و بُلبل کے شوق کی داد دیتا ہُوں وگرنہ بھکر۔ میں اِس جگہ کو میں نے پہلے بھی دیکھا ہُوا ہے۔ ٹیلے ریت کے۔ گرمی۔ ریگستان تھا۔ جہاں سَسّی بیچاری پُنوں کی تلاش میں آبلہ پا ہوکر مرگئی تھی۔ اگر آج کل سَسّی اِس جگہ کو دیکھ پاتی تو اُسے یُوں پیاسے مرنے کی ضرورت پیش نہ آتی بلکہ بیشک سینڈل پہن کر خراماں خراماں، ٹہلتی ٹہلتی پنوں کو ڈھونڈھ لیتی یا کسی کار میں بیٹھ کر پُنوں کے اُونٹوں کے قافلے سے بھی آگے نکل جاتی۔

اور آج اُسی ریگستان میں آپ نے گل و گلزار کے نظارے پیدا کر دیئے ہیں اور جگہ بجگہ پھُول ہی پھُول کھلا دیئے ہیں۔ جس طرح آپ نے محنتِ شاقہ شوق اور لگن سے یہاں پھُول کھلائے ہیں اُسی طرح کمیاب پھُول کی طرح پھُولوں کے قدر دان بھی نایاب ہیں۔ ہمکو دُعائیں دو کہ ہم نے آپ کے گلشن کو قیامت تک زندہ بنا دیا ہے۔ اِس تصنیفِ لطیف کے ساتھ ساتھ آپ کے گلشن کا تذکرہ بھی ہوتا رہیگا۔

اللہ تعالٰی واحد۔ احد۔ یکتا۔ بےمثل و بےمثال تھا اور ہے لیکن اُس ذاتِ پاک نے بھی ہزاروں لاکھوں رنگ برنگے جہان پیدا کر دیئے تاکہ اُسکی ذات کو جانا جائے۔ اُن میں سے ایک قسم گل و گلستاں کی بھی ہے۔ اُسکی صنعت کی کس کس چیز کی تعریف کریں۔ زبانیں گنگ ہیں اور عقلیں دنگ سے

بہار آئی تو گلشن میں کتنے پھُول کھِلے ✤ کہیں جگہ نہ ملی میرے آشیانے کو

بک جاتے ہیں ہم آپ متاعِ سخن کے ساتھ
لیکن عیارِ طبعِ خریدار دیکھ کر

۳۱/۸۶ جناب محترمی محمد شریف اختر خوشنویس و جناب کیفؔ عرفانی صاحب
پچالیہ۔ ضلع گجرات

السلام علیکم۔ میرا قیام کیفؔ صاحب کے پاس صرف دو رات کا ہوگا۔ وُہ بھی صرف رات کو۔ اور دِن کو ہم ناپید ہوجایا کریں گے وُہ بھی یُوں کہ ؎

بادر آیا ہمیں پانی کا ہُوا ہوجانا۔

یا یُوں کہئے کہ جسطرح دن کو سبزہ خشک نظر آتا ہے مگر رات کو بصورتِ انجماد اُن پر پانی کے آبی بخارات جمع ہوکر پانی کے قطرات کی صورت اختیار کرجاتے ہیں، بالکل اِسی طرح ہمارا نزول رات کو آپ کے قلب و نظر پر ہوگا لیکن دن ہوتے ہی ہم شبنم کی طرح غائب ہوجایا کریں گے۔ یُوں کہ ؎

پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم!
ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

لیکن زندگی انجماد کا نام نہیں ہے۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔ زندگی تگ و دو وعملِ پیہم کا نام ہے ؎

زندگی پیہم رواں، ہر دم جواں ہے زندگی

جسطرح اگر پروانہ سے بے چینی، آرزو، جل مرنے کی طاقت و آرزو چھین لی جائے تو ان مذکورہ صفات سے عاری پروانہ، پروانہ نہ کہلا سکے گا۔ یُوں کہ

؎ پروانہ کی زندگی ہے بیتابیٔ پروانہ

لیکن اِس قطرۂ شبنم میں بھی بیقراری، تڑپ، قوتِ پرواز موجود ہے۔ اسکا

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنم بھی!

لرزاں و خیزاں رہنا بھی قابلِ دید ودید ہوا کرتا ہے۔

ع من آں قطرۂ شبنم، بنوکِ خاری رقصم

پس زندگی بلندیٔ پرواز وافکار، عملِ پیہم۔ بیقراریٔ دوام کا دوسرا نام ہے سچ پوچھو تو نصب العین کے بغیر زندگی بیکار ہے ؎

اِک عُمر میں نہ سمجھے جس کو زمین والے
وُہ بات پا گئے ہم تھوڑی سی زندگی میں

لیکن ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ آپ تو سراپا کیف ہیں۔ اور پھر کیف کے ساتھ "عرفانی" بھی اور بھی سونے پر سہاگہ ہو گیا ؎

ط جانفزا ہے بادہ، جس کے ہاتھ میں جام آگیا
سب لکیریں ہاتھ کی گویا رگِ جاں ہو گئیں

یہ کیف یہ سرور۔ یہ جذب وحال اور یہ عرفان المعارف۔ میں آپ کے ذوق کی داد دیتا ہوں۔ بالکل اسی طرح ؎

مرے اشعار پہ چُپ رہنے والے!
ترے حصّہ میں آئی داد میری!

والسلام

احقر ڈاکٹر نور محمد نور سروری

عشق پہ زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

۱۸-۲-۹۶

محترم مکرمی نعیم اختر نعیم صاحب ایم اے مدیر طبیب حاذق گجرات

سلام شوق عرض ہے۔ ہر چند کہ اس تصنیف زیرِ تحریر کی ابتداء میں میں عشق کی ۹ اقسام بیان کر چکا ہوں۔ جن میں مجموعی طور پر ایک عشق مجازی کی اور دوسری عشق حقیقی کی ہوا کرتی ہے۔ مجازی عشق کی پھر دو اقسام ہیں۔ ایک عشق مجازی جسمانی ہے جس کی مثال یہ ہے ؎

عشق جب قیدِ شریعت میں آجاتا ہے
تو پھر..... کثرتِ جلوۂ اولاد دکھا جاتا ہے

دُوسری عشق مجازی رُوحانی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے ؎

خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار
کیا پُوجتا ہوں اُس بتِ بیداد گر کو میں

پس یہاں صفاتِ محبُوب سے طلب مُراد ہے نہ ہوس بلکہ صرف اور صرف رشک مطلوب ہے۔ ایک اور بات عرض کروں۔ مجازی جسمانی عشق میں آگے عروج کرنے کی مطلق استعداد موجود نہیں ہے۔ البتہ مجازی روحانی عشق میں اگر قرار نہ کیا جائے اور کبھی بھی منزل پہ سکون نہ کیا جائے تو اس میں خالص رُوحانی عشق میں تبدیل ہونے کی استعداد موجود ہے۔ جو آخر کار آنکھوں کی روشنی باطنی پرواز اور قلب کو زندہ کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔

یہاں محل سے مُراد کسی ایک منزل کو قرارگاہ دیکھ اس پہ ٹھہر جانا ہے۔ اور کسی منزل پہ ٹھہر گئے تو سمجھ لیجئے کہ ہم اپنے اصل سے دُور بھی رہ گئے اور راہ بھی

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہمنشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

کھوٹی ہو گئی۔ دراصل حقیقت ایک مسافر کا کچھ مسافت طے کرنے کے بعد بس وہیں پہ رُک جانا اپنے سفر کو کھوٹا کر دیتا ہے۔ جب کہ زندگی عملِ پیہم اور سعیٔ کامل کا نام ہے۔

لذتِ صحرا نوردی دُوریٔ منزل میں ہے

میرا یہ نامہ آپکی طرف نہایت ہی ابتدائی نوعیت کا ہے یا اسے آئندہ ناموں کی تمہید سمجھ لیجئے۔ پیشتر اس کے کہ آئندہ میں باریکیوں میں داخل ہو جاؤں آپ قدم بہ قدم میرے ساتھ چلتے جائیے۔ بہرحال اصل حقیقتِ حال کچھ اور ہے جو کچھ کہ ہم دیکھ رہے ہیں نہیں ہے۔ جب میں اس مضمون کو آخرکار ایک انتہائی حد پہ لے جاؤں گا تو آپ بہت خوش بھی ہوں گے اور انگشت بدنداں بھی۔

میں پانچویں جماعت میں تھا کہ اس منزل میں داخل ہُوا اور ساتویں جماعت میں تھا کہ اس منزل کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے نکل گیا۔ مگر کسی منزل کو اپنی قرارگاہ نہ ہونے دیا۔

میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

والسلام! خدا حافظ!

احقر ڈاکٹر نور محمد نور تمردی

ہے آدمی بجائے خود اِک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

۲
۱۹۸۶

مکرّمی و محترمی جناب کیف عرفانی صاحب پچالیہ ضلع گجرات

سلام شوق عرض ہے۔ آپ کے پاس جو ہماری محفل آرائی ہوئی وہ یادگار تھی۔ ہماری جو گفتگو راز و نیاز کی رات کو ہوئی اُسے نہ بھولیے۔ چونکہ بعض باتیں صرف سُن لینے کی ہوتی ہیں' بعض غذائیں چکھ لینا ہی کافی ہوتی ہیں لیکن بعض کو کھا کر جزوِ بدن بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض باتیں وقتی ہوا کرتی ہیں لیکن بعض ساری زندگی' ہمہ وقتی' دمبدم' لمحہ لمحہ کام آنے والی ہوتی ہیں۔ پس یہ پُر مغز باتیں دل میں اُتر کر تمام حواس و قوٰی پہ اپنا اثر و تاثیر مرتب کرتی ہیں۔ خدارا انہیں نہ بھولیے ؎

پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا
یُوں ہو تو چارۂ غمِ اُلفت ہی کیوں نہ ہو

میں آپ کے پاس ۳ روز مقیم رہا۔ لیکن تینوں روز بارش و بارانِ وزرنگال رہی۔ ہر طرف پانی ہی پانی۔ اگر لوگوں کی ضرورتِ بارش و بھُوکی پیاسی کھیتی کا خیال نہ ہوتا۔ تو میں ضرور یہ شعر عرض کرتا۔

لے عاقبت مظہر' اور لے انتظامِ چل
سیلابِ گریہ درپئے دیوار و دَر ہے آج

ایک دفعہ حضرت خواجہ حسن بصری اپنے کوٹھے کی چھت پر پرنالے کے پاس ہی بیٹھے رو رہے تھے۔ اسقدر روتے۔ اسقدر روئے کہ پرنالے سے قطرہ قطرہ پانی گرنا شروع ہوگیا۔ نیچے سے ایک آدمی گزرا تو اس پر یہ پانی گرا۔ پُوچھا یہ پانی کیسا ہے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا میرے بھائی یہ گنہگار حسن بصری کی آنکھوں کا پانی

زندگی صرف حرارت کا نام نہیں بلکہ باطنی حواس کی قوت، حرارت و حرکت سے دوسرے جہان میں پرواز کا نام ہے!

ہے جو کہ نجس ہے۔ اسلیئے پاکیزگی کے لیئے جا کر غسل کر لینا۔

میں قطراتِ برشگال و قطرات باران کا ذکر کر رہا تھا۔ اگر بارانِ رحمت کیوقت دل کے برتن سیدھے ہوں تو آبِ رحمت سے بھر جاتے ہیں۔ لیکن اگر بارانِ رحمت کے وقت دل کے برتن اوندھے ہوں تو خالی رہ جاتے ہیں۔ اور ایسے خالی برتنوں کو بارانِ رحمت بھی نہیں بھر سکتی۔ میرا خیال ہے کہ محفل کی تضاد خیالی کے متعلق آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ ایسے برتنوں کو کوئی بھی نہیں بھر سکتا ؎

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

تاہم اگر نیت نیک ہو۔ شریعت کا بھی پاس ہو۔ اور حق کی طلب ہو۔ اور بات بھی حق کی ہو اور حق پر ہو یعنی اَلْمُلَقَّبُ مِنَ الْحَقِّ بِالْحَقِّ ہو۔ تو پھر نہ حال نہ قال نہ بات تاثیر کیئے بغیر نہیں چھوڑتی۔ جو آج نہیں سمجھے وہ کل کو سمجھ جائیں گے اور جو کل کو نہیں سمجھیں گے انہیں یہاں اِس دُنیا کی شکست و ریخت خود سمجھا دے گی' اُن لوگوں پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

میں نے تو کیا پردہ اسرار کو بھی چاک!
دیرینہ ہے' اُن کا "مرض کور نگاہی"!
" وہ "صاحب منزل ہیں کہ بھٹکے ہوئے راہی

تمام پُرسانِ حال کو سلام۔

والسلام

احقر ڈاکٹر نور سروری

جس نے عین استغراق میں زاویۂ نگاہ کو قائم رکھنا سیکھ لیا سمجھ لیجیے کہ اُس کی باطنی آنکھ کھُل گئی !

۲۱ ۲

مکرمی و محترمی جناب محمد ایوب طاہر راولپنڈی

السلام علیکم ! آپ نے استغراق تام کے متعلق دریافت فرمایا ہے۔ سو عرض ہے استغراق دو اقسام پر مبنی ہے۔ ایک استغراق سادہ ہے کہ گم و بیخود ہو کر بیٹھ گئے لیکن نظر خلاؤں میں بھٹکتی رہی۔ سو ایسے حالات میں اِس بات کو اچھی طرح ذہن نشین فرما لیں کہ بھٹکی ہوئی خلاؤں میں گم نگاہ و استغراق کچھ بھی باطنی طور پر ظاہر نہیں ہوتا اس لیئے یہ تیر بے نشانہ چلایا ہُوا کسی نشانے پر نہیں بیٹھتا۔

دُوسری قسم استغراق کی یہ ہے کہ آدمی اپنی گردن سیدھی رکھ کر اپنے سامنے فضا میں اپنی نگاہ بالکل اپنے سامنے مرکوز کر دے۔ اسے ہی زاویۂ نگاہ کہتے ہیں پس ایسی حالت میں ساتھ ساتھ استغراق۔ بیخودی میں اپنے آپ میں ڈوبتے جائیے اور اپنی نظر کو بھی سامنے مرکوز رکھیں۔ لیکن استغراق میں جانے سے پہلے اپنے ورد و وظائف۔ تصوّر اسم اللہ ذات ختم کر لیں پھر آخر میں بالکل خاموش۔ لب بند۔ آنکھیں بند کر کے استغراق بمعہ زاویۂ نگاہ کریں۔ اور اِس حد تک بے خودی میں چلے جائیے کہ نہ اپنی خبر رہے نہ غیر کی۔ اور ساتھ ہی ایسی حالت میں زاویۂ نگاہ کا دامن نہ چھوڑیئے۔ یہ ایک ایسا نکتہ ہے جس سے نہ ناقص پیر واقف ہیں اور نہ ناقص مُرید اسی ایک بات نے تمام مُبتدی لوگوں کو مشاہدات۔ باطنی پرواز۔ تجلیات سے روک رکھا ہے۔ اِس بات کو اگر دُنیا والے جانتے ہوتے تو ہر شخص باطنی مشاہدہ کر سکتا تھا لیکن میں دیکھتا ہُوں کہ لوگ اِس نکتہ سے قطعاً ناواقف ہیں۔ نتیجہ کے طور پر باطنی طور پر نابینا بھی ہیں ۔

آپکے باطنی مرکب کی نگاہ تو زاویہ نگاہ ہے پس اس نگاہ کی لگام کو مضبوطی سے تھامے رکھیئے

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشہ کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

سو میرے عزیز! ایک دن بہت ہی مصمم ارادہ کر کے بیٹھو کہ آج بس دیکھ کر ہی اُٹھنا ہے۔ چند منٹ طبیعت اِدھر اُدھر رہے گی مگر آخر کار جب طبیعت استغراق کی طرف مائل ہو تو بس ڈوب جایئے۔ پھر ہوش کو سنبھال کر نہ رکھیئے ؎

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

آپ نے اسم لکھنے کے متعلق پُوچھا ہے۔ اکیلے اسم لکھنا ہے تو چارٹ والا موٹا کاغذ کافی ہے۔ اسم اللہ سُرخ رنگ میں اور اسم محمدؐ سفید رنگ میں لکھیئے۔ اسم محمدؐ سفید کے لیئے **محمدؐ** اسم سے باقی جگہ کو سبز کر دیں تو بہتر ہوگا۔ اسما پر نظر آنکھیں کھول کر خوب تاڑ تاڑ دیکھ کر جمائے۔ آرام سے دیکھنے میں نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ پہلے اسم کے اِرد گرد روشنی نمودار ہوگی۔ لیکن چند روز مشق کے بعد سارا کمرہ انوار سے روشن ہو جائے گا۔ یہ کام روشنی میں ہوگا۔ لیکن استغراق چشم بند کر کے اندھیرے میں کرنا چاہیئے۔ اور لب خاموش ہوں۔

والسلام

احقر ڈاکٹر نور محمدؐ نور سروری

تری زندگی اسی سے، تری آبرو اسی سے
جو رہی تو بادشاہی، نہ رہی تو رُوسیاہی

۶۔۳۔۸۹

عالیجناب میر عبدُاللطیف صاحب آف پھالیہ

سلام شوق عرض ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ در پردہ حقیقت کچھ اور شے ہے۔ مثلاً ایک شخص ساری عمر اگر عارفانہ کلام پڑھتا جائے تو بے شک باعثِ شوق تو ہوتا ہے لیکن کسی معمہ کا حل کرنا، کسی اُلجھن کی سلجھن، کسی عقدہ کی گرہ کشائی، کسی منزل ومقام کی کلید' باطنی دُنیا میں داخل ہونے کے گر' اپنے اختیار سے جاگتے جاگتے باطنی دُنیا میں آنا جانا اور باطنی دُنیا میں داخل ہونے کی کلید' کلیہ' قاعدہ بالکل ہی الگ بات ہے۔ عارفانہ استعارات و تشبیہات سے کبھی معمہ کی کلید تو حاصل نہیں ہو جاتی۔ بس اسی ایک بات نے مجھے تصنیفات تصنیف کرنے پر مجبور کیا۔ اور اگر اِن مذکورہ بالا باتوں کی کلیدات کہیں مجھے طبع شدہ نظر آجاتیں (ماسوا ایک دو کتب کے) تو میں ہرگز ہرگز خامہ فرسائی نہ کرتا۔ سو یہ انقلابات ہیں زمانے کے ؎

عجب نہیں کہ زمانے کے انقلاب سے ہم
تیمم آب سے اور خاک سے وُضو کرتے

تاہم ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ آپ تو پہلے ہی صاحب عرفان ہیں اور باطنی اسرار ورموز سے واقف ہیں۔ اسی لیئے آپ کو تصنیفات پسند آئیں۔ میں آپ کے ذوقِ نظر کی داد دیتا ہوں۔

میں اب بھی کچھ نہیں ہوں' پہلے بھی کچھ نہیں تھا۔ لیکن یہ تمام تصنیفات میری چھٹی کلاس سے لے کر دسویں جماعت تک کی آپ بیتی ہے۔ دراصل میں

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفےٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریّت کی زد میں ہے گردوں

بلکہ صرف اور صرف اپنی سرگزشت کو دُہرا رہا ہوں۔ حق کی تلاش ہو، بات بھی حق ہو اور تلاش و جستجو بھی مبنی برحق ہو تو پھر کلام بھی برحق ہو جاتا ہے۔ وگرنہ نہیں ؎

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہرِ ملکُوتی
خاکی ہُوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند

ہر چند میں گمنامی کی چادر اوڑھے ہُوئے تھا اور تنہائی میرا شیوہ تھا۔ لیکن یہ تصنیفات اب مجھے خلوت سے جلوت میں لے آئی ہیں۔ مجھے کیا معلوم تھا یہ تصنیفات لوگوں کا بھلا کرنے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی مشتہر کر دیں گی مجھے آج معلوم ہُوا ہے کہ تصنیفات بھی اشتہار کا کام دے جائیں گی۔ اب کہاں جاؤں کہاں چھپوں جب کہ صیاد بھی تاک میں بیٹھے ہیں کہ کب اُڑوں اور کب گرفتار ہو جاؤں۔ خدا کرے کہ کوئی صیاد ایسا آ جائے جو مجھے پکڑ کر کسی قفس میں بند کر دے اور پھر مجھے کنجِ تنہائی نصیب ہو جائے ؎

اُٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری پڑی ہے داستاں میری

والسّلام

احقر ڈاکٹر نُور محمّد نُورسری

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پہ اسرارِ شہنشاہی

مکرمی و محترمی

السلام علیکم! دُنیا میں جتنے بھی طریقے باطنی دُنیا میں آنے جانے سے متعلق ہیں علم العین اِن سب میں مختصر (Short cut) زود اثر راستہ ہے۔ لیکن علم العین کے معمّے کو کھولنے والے بہت قلیل اور کمیاب ہیں اسی لئے اس ناچیز کو قلم اُٹھانا پڑی۔ اگر کوئی کتاب میری نظر سے ایسی گزری ہوتی جو کما حقہٗ اس معمّہ کو کھول دیتی (ماسوا ایک دو کتب کے) تو یہ بندہ کبھی بھی ہرگز ہرگز کوئی تصنیف تالیف نہ کرتا۔ بلکہ سچ پوچھو تو لکھی ہوئی تصانیف خود کو بھی پھاڑ کر پھینک دیتا لیکن ایسا نہیں ہے۔ اِن کو پھاڑنے کی نوبت نہیں آئی۔

دُنیا سے وُہ لوگ اُٹھ گئے جو رُوحانیت کے اصل الاصول سے واقف تھے۔ اور "دُنیا محتاج نظر ہو کر رہ گئی" اور اپنی نظر کھولنے کے گُر کو بالکل یکسر بھُول گئی ہے۔ بیشک کامل پیر کا وجُود نعمت ہے۔ لیکن حاشا وکلّا پورے ۳۰ برس پیرِ کامل کی تلاش میں صرف کئے تب کہیں جا کر صرف ایک کامل انسان ملا اور وُہ بھی دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔ لیکن یاد رہے اگر فرض کرو کامل پیر مل بھی جائے تو آپ کو اپنی نظر خود ہی کھولنی پڑے گی۔ اِس کے بغیر چارہ نہیں۔ کامل پیر کی نظر تو اُس کی اپنی نظر ہے۔ تیرا بھی اس میں کچھ کردار ہے۔

والسلام

احقر ڈاکٹر نُور سروری

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

مکرمی محمد وفاطمی! :-

وعلیکم السلام علیکم:- آپکا نوازشنامہ ملا۔ سو کر شکار آپکو ایسا آخری جواب یہی ہے۔ ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں:-

زمیں سے آسماں تک، آسماں سے لامکاں تک ہے
میری دنیا بہاں تک ہے، مری دنیا وہاں تک ہے
وہاں تک دیکھ سکتا ہے، نظر جسکی جہاں تک ہے
یہ تو اپنا اپنا ہے حوصلہ
یہ تو اپنی اپنی اڑان ہے

ـــــــــــــــــــــــ
افقر ذکاء اللہ سرور

غنچہ ہے اگر گل ہو گل ہے تو گلستان ہو

"دبستانِ سلاطین" (بھکر)

سلام شوق عرض ہے۔ کل میں آپ کے گلشن زار میں گیا تو دیکھا کہ پھولوں کی بہار اپنے جوبن پہ ہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ آپ کے چمن کے تمام پھول باہم دست و گریباں ہو رہے ہیں۔ گلاب تو اتنا فخر سے اترا رہا ہے کہ توبہ۔ گل و یاسمین اپنی ادا پہ ناز فرما رہی ہیں۔ چنپا الگ اپنی اپنی بھینی بھینی خوشبو پہ ناز کر رہی ہے۔ گل نے گلاب پہ طعنہ کیا سے

نازہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

یاسمین گل سے بولی نا بی بی زور زور سے نہ بول۔ وگرنہ تیری اونچی آواز سے میرے سر میں درد ہونے لگے گا۔ چنبیلی یاسمین سے کہنے لگی نا بابا نا میں تو پھول کے چٹخنے کی آواز بھی برداشت نہیں کر سکتی۔

خندۂ گل سے مرے سر میں دھمک ہوتی ہے ؎

اور اُدھر یاسمین گلاب سے تن کے بولی تو یونہی پھولوں کا بادشاہ بنا بیٹھا ہے۔ آ ذرا اِدھر قصرِ شیریں کی طرف تو آ۔ ذرا میرے پاؤں کی نزاکت تو دیکھ۔ پھر تجھے پتہ چلے گا کہ میں کیا ہوں اور میری ادا کیا ہے اور کچھ اِس ادا سے اُس نے یہ کہا ع

فرشِ مخمل پہ مرے پاؤں چھلے جاتے ہیں

ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جُدا جُدا
ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیئے

تو گلاب کو اس قدر شرمندگی ہوئی کہ کہیں زمین جگہ دے تو اِس میں سما جائے۔ پھر کہنے لگی ؎

کرتا ہے بسکہ باغ میں تو بے حجابیاں
آنے لگی ہے نکہتِ گُل سے حیا مجھے

الغرض سب کی باتیں بُلبل بھی سُن رہی تھی۔ بولی ؎

فصلِ گُل کہتے ہیں کس کو، کوئی موسم ہو
وُہی ہم ہیں، قفس ہے اور ماتم بال و پر کا ہے

پھر ہنسی، کھلکھلا کے بولی ؎

ہوسِ گُل کا تصوّر میں بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

پھر عجب انداز سے بولی ؎

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کیلئے

والسلام
احقر ڈاکٹر تنویر سروری

تو کسی منزل و مقام پہ قرار نہ پکڑ کہ آگے لامکاں ہے

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب قیامت کا بھی ہو گا کوئی دن اور

۹۶/۳/۱۲

بیاد جناب راجہ افتخار اللہ خاں (مرحوم) ڈویژنل پبلک سکول ماڈل ٹاؤن لاہور

بنام اہل کاران سکول ھذا

جناب جعفری صاحب سے:

شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا اُن کے بعد

؎ اُن سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہونا!

جناب عادل صاحب سے:

عشرت قطرہ ہے' دریا میں فنا ہوجانا!
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہوجانا!

؎ اے عافیت کنارہ کر اور اے انتظام چل
سیلاب گریہ درپئے دیوار و در ہے آج

جناب کلیم صاحب سے:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں ؎ لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہوگئیں

جناب بشیر صاحب سے:

ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد ؎ مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

اِس جہان کا ذرّہ ذرّہ فنا پذیر ہے لہٰذا یہاں کسی بھی چیز کو کوئی ثبات نہیں

عُمر بھر کا تُو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
عُمر کو بھی تو نہیں ہے پائیداری ہائے ہائے

کچھ اپنے آپ سے (مصنّف تصنیف "زارِ زعفران")

سہ
کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بُری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا!

گھر ہمارا جو نہ روتے تو بھی ویراں ہوتا
بحر اگر بحر نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا!

یکبار بمیرد ہر کسے بیچارہ جامی بارہا

لیکن
موت بھی زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

تحریر لکھنے کا یارا نہیں۔ اِس لئے اِس کو یہیں ختم کرتا ہوں۔

والسّلام
احقر ڈاکٹر نوؔر سروری

تجھے نشان کی تلاش ہے یا بے نشان کی

منتہائے مقصود تک رسائی کیلئے تصورِ اسمِ اللہ ذات سب سے مختصر ترین راستہ ہے!

تصورِ اسمِ اللہ ذات

قارئینِ کرام! اِس بندہ نے اپنی پانچوں تصانیف میں بہت سے مشکل ترین نکات پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ لیکن ابھی تک تصورِ اسمِ اللہ ذات پر خامہ فرسائی نہیں کی۔ اِس کی بھی ایک خاص وجہ ہے۔ اور وُہ یہ ہے کہ ہر طالبِ حق کو صاحب استعداد ہونا چاہیئے۔ تاکہ وُہ تصوّف و رُوحانیّت کی ہر مشکل منزل میں ایک طرف ہر لغزش سے بچنے کا طریقہ جانتا ہو اور دُوسری طرف اپنی منزلِ مقصُود کو خوب خوب جانتا ہو کہ میں کہاں سے چلا ہُوں اور مجھے کہاں تک جانا ہے لیکن وُہ آئے جائے گا تب جب وُہ باطنی دُنیا میں داخل ہونا اور باطنی دُنیا سے برآمد ہونا جانتا ہو۔ اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وُہ باطنی پرواز کے طریقے جانتا ہو۔ اور یہ طریقے وُہ اُسی وقت جان سکتا ہے جب کہ وُہ باطنی پرواز کے اصُول و قواعد سے واقف ہو۔ اور اصول و قواعد بھی اُسی وقت وضع ہُوا کرتے ہیں جب کہ وُہ تجربات و تحقیقات، تجسّس و جستجو کی بھٹی میں چرخ خوردہ ہو۔ نیز بھٹی میں اُس وقت جلتا اور گلتا ہے جبکہ آتشِ عشق اُس کے سینے میں شعلہ زن ہو۔

اِسم اپنے مُسمّٰے کی طرف دلالت کرتا ہے

؎ کیوں جل گیا نہ تابِ رُخِ یار دیکھ کر
جلتا ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر

پس اب جب کہ میری پہلی تینوں تصانیف سے بہت سے لوگوں نے باطن میں آنا جانا سیکھ لیا۔ اب موقع حسبِ حال میسر آیا ہے کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے بارے میں اہم معلومات، راز و اسرار آپ تک پہنچائے جائیں۔ دُوسری وجہ ابھی تک نہ لکھنے کی یہ بھی تھی کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات صرف ایک اسم کا تصور ہے۔ اور اسم تصور کو اصلی معنوں میں حقیقی طور پر اپنی اصلی قدیمی شان میں جلوہ گر دیکھنا معنی دارد و کارے دارد۔ بہت لوگ تصورِ اسمِ اللہ کرتے ہیں۔ لیکن جب کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں پاتے تو کچھ عرصہ بعد تصورِ اسم کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اس لئے چھوڑ بیٹھتے ہیں کہ ان کی باطنی پرواز جاری نہیں ہوتی اور نہ ہی باطن میں آنے جانے کی اہلیت ہوتی ہے اور نہ استغراق سے واقف ہوتے ہیں اور نہ زاویۂ نگاہ سے اِس لیئے جب اسم کو باطنی طور پر جلوہ گر نہیں پاتے (اور نہ ہی اس طرح جلوہ گر پا سکتے ہیں) تو تصورِ اسم بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

میں نے مکمل وضاحت کے ساتھ تیری ناکامی کا سبب تجھے بتا دیا ہے۔ اور تفصیل سے تصورِ اسم اور اِستغراق کی امتیازی خصوصیات تصنیف اللہ جلّ شانہٗ میں بڑی وضاحت کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔

تو اسمِ تصوّر اور اسمِ متجلّی حقیقی کے درمیان پُورے چھ درجات چھوڑ گیا ہے۔ انہیں کون پُورے کرے گا!

نکتہ نمبر(۱) آپ کو معلوم ہونا چاہیئے تصوّر خیالی (جو ہم اپنے خیال سے قائم کرتے ہیں) اور تصورِ اسمِ غیبی حقیقی متجلّی اور روشن کے درمیان استغراق ایک نہایت ہی ضروری حصّہ اور جزءِ خاص کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور تو نے خالی تصورِ خیال سے کام لیا ہے۔ اور ضروری و لازمی حصّہ کو چھوڑ گیا ہے۔ اس لئے پھر تجھے اسمِ حقیقی بھی متجلّی نظر نہ آیا۔ پس تو سمجھ گیا ہوگا کہ تیری ناکامی کا سب سے بڑا سبب کیا ہے۔

نکتہ نمبر(۲): نیز زاویۂ نگاہ اور استغراق لازم و ملزوم ہیں زاویۂ نگاہ کے بارے میں تو عوام الناس بالکل بے خبر ہیں۔ سُنو تمہارے باطنی ہوائی جہاز کا تمہارے خلائی راکٹ کا۔ تمہارے خلائی سیارہ کا اگر کوئی کنٹرول کرنیوالا آلہ ہے تو وُہ صرف اور صرف زاویۂ نگاہ ہے۔ زاویۂ نگاہ کے بغیر تیری رُوحانی گاڑی خلاؤں میں گمُ ہو کر رہ جائے گی۔

پھر سُنیئے آپ کی رُوحانی گاڑی کا زاویۂ نگاہ سٹیرنگ ہے اور آپ کے رُوحانی ہوائی جہاز کا زاویۂ نگاہ کنٹرولر ہے۔ اور آپکے رُوحانی راکٹ کا زاویۂ نگاہ خود کار کمپیوٹر ہے یہ نہیں تو آپ کا رُوحانی

تصوّرِ اسمِ اللہ ذات اصل کار ہے!

راکٹ خلاؤں میں گم ہو کر رہ جائے گا اور یہ نہیں تو آپ کی گاڑی کسی وقت بھی پٹڑی سے اُتر سکتی ہے۔
سنیئے! زاویۂ نگاہ کے بغیر آپ کھو جاؤ گے یا سو جاؤ گے لیکن کوئی بھی مشاہدہ نہ کر سکو گے اور نہ ہی اسم متجلی دیکھ سکو گے۔

نکتہ نمبر ۳

آپ باطنی اسم کیسے متجلی دیکھ سکیں گے جب کہ آپ ابھی تک اپنے حواس ظاہری کو بند کرنے کا گُر نہیں جانتے اور حواس خمسہ باطنی کیسے کھول سکیں گے جبکہ اس کی کلید کو بھی کام میں نہ لاسکے۔ پھر ان دونوں کو کام میں لائے بغیر نہ ہی آپ باطن میں جا سکتے ہیں۔ نہ ہی باطنی آنکھ کھل سکتی ہے اور نہ ہی باطنی اسم اللہ متجلی ہو سکتا ہے۔
میں پھر وضاحت سے درجہ بدرجہ آپ کے گوش گزار کر دیتا ہوں پہلے اِن کو بروئے کار لانا سیکھیئے پھر ایک نہیں بلکہ سب کچھ ہوتا چلا جائے گا۔

قارئین کرام! ذرا غور سے سُنیئے شاید اللہ تعالیٰ آپ پر اور مجھ پر رحم کرے اور آپ کا بھلا ہو۔
(نیز میں کاملانِ فن سے معذرت خواہ ہوں کہ یہ صفحات محض مبتدیوں کے لیئے ہیں۔ بتشنہ لب طالبانِ حق کے لیئے ہیں اور بس)
دیکھئے صاحب اگر آپ نے اپنی باطنی آنکھ وا کرنی ہے

ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

"ہزاروں نکتوں کا ایک نکتہ"

اور اسم کو اگر حقیقی وغیبی اور اپنی اصلی شان میں متجلی دیکھنا ہے تو مندرجہ ذیل کلیدات کو حاصل کئے بغیر آپ چین سے نہ بیٹھیں۔ وگرنہ در بدر کا سوال ساری عمر آپ کے گلے کا ہار بنا رہیگا۔ سب سے پہلے آپ ظاہری خمسہ حواس کو بند کرنا سیکھے۔ استغراق سے بند ہو جاتے ہیں پھر حواس خمسہ باطنی کو کھولنا سیکھئے۔ یہ بھی استغراق سے خود بخود کھل جاتے ہیں یعنی بند کرنے کی اور کھولنے کی ایک ہی کلیہ ہے' یہ کچھ کر لوگے تو گویا آپ باطنی جہان میں داخل ہو گئے۔ پس استغراق میں جاتے وقت زاویۂ نگاہ کا دامن کبھی بھی ہرگز ہرگز نہ چھوڑیئے۔ اس سے باطن میں آپ ٹھیک سمت کا تعین کر سکو گے اور مطلوبہ مقام تک پہنچ سکو گے۔ اور راستہ میں بھٹکنے سے بچے رہو گے۔

خاص الخاص نکتہ نمبر ۴: پس جب یوں باطن میں آنے جانے پر قادر ہو جاؤ۔ اور باطن میں آنا جانا تمہارے اختیار اور کنٹرول میں آ جائے تو اب اسم اللہ ذات متجلی حقیقی کے لئے گویا راستہ صاف ہو گیا

نہادِ زندگی میں ابتدا "لا" انتہا "اِلاّ"
پیامِ موت ہے جب "لا" ہوا "اِلاّ" سے بیگانہ

اور اِس کی آپ میں استعداد بھی آ گئی۔ اب تو میرا خیال ہے آپ لفظ استعداد کے معنی بھی مکمل طور پر سمجھ گئے ہوں گے۔ نیز جب آپ کا حواس خمسہ ظاہری کو بند کرنے اور حواس خمسہ باطنی کے کھولنے، استغراق اور زاویۂ نگاہ پر کنٹرول ہو جائے تو اب آپ باقی تمام نظاروں، مشاہدوں دونوں عالم کی سیر کو چھوڑ کر اپنا تقریباً سارے کا سارا وقت تصورِ اسم اللہ ذات پر بمعہ استغراق و زاویۂ نگاہ لگایا کیجیے۔ کہ یہ اصل کار ہے۔ باقی سب فروعات ہیں۔

پھر جان لیجیے کہ اصل کار توحید کا راستہ ہے۔ توحید ہی ابتدا ہے اور توحید ہی انتہا ہے۔ توحید ہی منزلِ مقصود ہے۔ ہم پہلے روز جب سفر پر نکلے تھے تو اللہ تعالےٰ کے چہرہ کی تلاش ہی میں نکلے تھے۔ وہی ہمارا خالق ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے۔ وہی ہمارا مقصود

طریق تصوّر:

اب ہم طریق تصورِ اسم اللہ ذات و طریقِ تصورِ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتے ہیں۔ گو تصور کا طریق بہت سی اقسام پر مبنی ہے۔ تاہم ان میں سے معروف و مشہور دو ہی اقسام ہیں۔

(۱) طریقِ تصورِ اسم بالواسطہ

ہماری ابتدا بھی توحید ہے اور انتہا بھی توحید

(۲)۔ طریق تصورِ اسم بلا واسطہ ان میں سے طریق تصورِ اسم بالواسطہ یہ ہے کہ لفظ اسم اللہ ذات کو نوری حروف سے اپنے بدن کے اندر خاص خاص مقامات پر تحریر اور مرقوم کیا جائے۔ وہ یوں کہ انسان خیال میں اپنے اندر بیٹھ جائے اور خیال کی اُنگلی سے اسم اللہ کو اپنے دل یا سینے یا پیشانی یا دماغ یا آنکھوں میں تحریر کرے اور بار بار تحریر کرے۔ چنانچہ اس طریق تصور کے بارے اگر کوئی مزید معلومات حاصل کرنا چاہے تو عرفان حصّہ اول مصنفہ مُرشدی و مولائی (فداہُ اُمّی و ابی) حضرت فقیر نور محمّد قادری سروری کلاچوی قدس اللہ سرہ العزیز پڑھے جس میں یہ طریق تصور نہایت ہی مفصّل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ اندازِ بیان اُنہی کا حصّہ ہے اُن پر سلام ہو۔ اِس عاجز نے اِسے مفصّل طور پر اِس لیئے بیان نہیں کیا کہ طریق تصور نمبر ا پر پہلے ہی بہت سی کتب میں مکمّل و مفصّل ذکر موجود ہے۔

اہلِ نشان کو بے نشان تک کوئی راہ نہیں

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مئے "لا" سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ "اِلّا"

"طریق تصوّرِ اسم بلاواسطہ"

طریقِ تصوّرِ اسم اللہ بلا واسطہ کی پھر دو اقسام ہیں،
(۱) تصوّرِ اسم جسم کے اندر
(۲) طریقِ تصوّرِ اسم جسم کے اندر مختلف اعضاء پر کیا جاتا ہے۔ اِس میں اِس بلا واسطہ طریق کے مطابق صرف ایک ہی نگاہ کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔ مثلاً اگر دل پر تصوّرِ اسم کرتا ہے تو سیدھا دل پر بذریعہ خیال و نگاہ تحریر کر دیا۔ دماغ یا پیشانی پر یا سینے پر اسم تحریر کرنا ہو تو بھی سیدھا ڈائریکٹ خیال کی نگاہ سے تحریر کر دیا۔ اس طریق کار سے تصوّرِ اسم میں بھی اور اپنی نگاہ میں بہت شدّت' حدّت اور تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر آپ نے کچھ دیر تصوّرِ اسم کے بعد استغراق اور زاویۂ نگاہ بھی قائم کر لیا تو کبھی دن ایسا ہوگا کہ اسم اللہ حقیقی و باطنی' اپنی اصلی شان سے جلوہ گر ہو جائے گا یا وُہ اعضاء جس پر آپ نے اِسم مرقوم کیا ہے انوار و تجلّیات سے پُر اور مملو ہو جائے گا۔ لیکن یاد رہے یہ سب کچھ ہونا آپ کی مقدارِ استغراق اور زاویۂ نگاہ

تو اے اسیرِ مکاں، لامکاں سے دور نہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دور نہیں

تصوّر کا ایک اور مؤثر طریق کار

یاد رہے اِن طریقہ ہائے تصورات کو اِس بندہ نے برسوں آزمایا ہے اور نہایت ہی مؤثر پایا ہے۔ اِن میں سے ایک طریق تصور یہ ہے کہ بالکل سیدھے چت لیٹ جائیے۔ اپنے سینے کو ہوا سے پُر کیجئے یعنی سینہ اوپر اُبھرا رہے اور سانس بیشک لیتے رہیئے۔ نیز سانس کے ساتھ بلاآواز جنبش ذکر اسم اللہ بھی جاری رکھیئے۔ پس ایسی حالت میں جب کہ سینہ اُبھرا ہوا ہو تو دل پر سیدھا (بلا واسطہ) تصور اسم اللہ ذات نُوری حروف میں کیجئے۔ اِس طریق سے تصور کرنے کے چند منٹ بعد ہی سینہ اور دل اسم اللہ ذات کی ثقالت سے پُر اور مملو ہو جاتے ہیں۔ مَیں خود جب اِس طریق پر عمل کرتا ہوں تو اِس کو تاثیر، ثقالت، سرور و نُور سے بھرپور پاتا ہوں۔ اور تھوڑے وقت ہی میں بہت کام ہو جاتا ہے۔ تصور اِسم خیال سے کیجئے۔ اور اپنی خیال کی نگہہ کو تصور اِسم اور دل پر مرکوز رکھیے۔ تصور کے کچھ دیر بعد اگر استغراق و زاویۂ نگاہ سے کام لے کر مستغرق فی اسم اللہ ہو جاؤ تو سُبحان اللہ!

صُحبتِ پیرِ رُوم سے مجھ پہ ہُوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سر بکف

"طریقِ تصوّرِ بلاواسطہ"

جو تصوّرِ اسم جسم کے اندر کیا جاتا ہے۔ یں تو اُس میں بھی زاویۂ نگاہ استعمال کرتا ہُوں لیکن آپ کے لئے شاید وہ طریق کار نیا ہو۔ اس لیئے آپ خیال سے ہی اپنے اندر مختلف اعضاء پر تصوّرِ اسم کیجئے۔ یہ آپ کے لئے آسانی کا باعث ہو گا۔

لیکن یہ طریقِ تصوّر جو میں اب آپ کو بتا رہا ہُوں یہ جسم سے باہر اپنی آنکھوں کے سامنے والی فضا میں کیا جاتا ہے۔ اس میں تمام کے تمام زاویہ ہائے نگاہ استعمال ہو سکتے ہیں اور اس کا دائرۂ کار بھی بہت وسیع ہے۔ اور فوائد میں نہایت مؤثر ہے اور اس طریق کار میں استغراق اپنے پُورے لوازمات کے ساتھ بہت آسانی سے انسان کو مستغرق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

نکتہ نمبر (۵): میں یہ تصنیف اللہ جلّ شان میں بڑی وضاحت سے بیان کر چکا ہُوں کہ تصوّر ہوش کا نام ہے ظاہر ہے آپ باہوش رہ کر ہی تصوّر جاری رکھ سکتے ہیں۔ اور جتنی بھی دیر آپ کو تصوّر کرنا مقصود ہو گا اتنی دیر آپ کو باہوش بھی

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہرِ ملکوتی
خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند

رہنا ہوگا۔ لیکن رُوحانیت کا یہ بھی مسلّمہ اُصول ہے کہ جب تک آپ استغراق، محویت اور بے خودی میں نہ جاؤگے تو باطنی نظارہ یا باطنی جہان میں داخل نہ ہوسکوگے اور نہ ہی تصورِ اسم خیالی سے بلا استغراق آپ اصلی حقیقی باطنی اسم جلوہ گر دیکھ سکوگے۔ اگر سچ پُوچھو تو مَیں نے تصور میں آپ کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب آپ کو بتا دیا ہے۔ تو اپنی خودی سے، اپنے خیال سے، اپنے تصور سے اپنے دماغ سے اِدھر اُدھر جانا ہی نہیں چاہتا۔ نتیجہ بھی ظاہر ہے۔ کہ ابھی تک محروم ہے ؎

اچھا ہے دِل کے پاس رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اِسے تنہا بھی چھوڑ دے

مطلب یہ کہ کبھی کبھی اپنی ہوش سے، اپنی خودی سے، اپنے خیال و تصور سے ذرا اور گہرائی۔ بے خودی، محویت، استغراق میں ڈوب جایا کرتا کہ تجھ پر اصلی اسم قدیم کی شان ظاہر ہو۔ اور عالم ملکُوت تجھ پر کھُلے اور تو باطنی دُنیا میں داخل ہوسکے ؎

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نُور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

کیوں میرے بھائی! اب تیرا کیا خیال ہے۔ خیال ہی میں رہتا ہے یا

مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکاں
مقامِ ذکر ہے سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ

خیال سے حقیقت تک بھی پہنچا ہے۔ اور مجھے یہ بھی بتا دے کہ میں تیرے پیچھے پیچھے چلوں یا آگے آگے ؎

ڈر نالہ ہائے زار سے میرے خُدا کو مان
آخر نوائے مرغِ گرفتار بھی نہیں

سوائے جانِ عزیز میں آپ تک تیری سب سے بڑی ناکامی کی اور سب سے گراں محرومی کی وجہ آپ تک پہنچا دی۔ اور تمہیں تیری ناکامی کا سبب بھی بتا دیا۔ اور تجھے بہت بڑے راز کی بات بھی بتا دی اب تیری مرضی ہے چونکہ تیرے منزلِ مقصود کے گھوڑے کی لگام تیرے ہاتھ میں ہے۔ لیکن نہیں نہیں لگام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے اگر تیرے گھوڑے کی لگام تیرے ہاتھ میں ہوتی تو پھر یہ گھوڑا اپنی منزلِ مقصود سے اِدھر اُدھر نہ بھٹکتا۔ اور اب تیرا حال یہ ہے کہ:۔

؎ رَو میں ہے رخشِ عُمر[1] کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

ایک تو مسافر بے خبر۔ دُوسرے نابینا۔ اب خُدا جانے کہاں نکل جائے۔ اب اسے خدا ہی موڑے تو موڑے۔ جی ہاں!

---

[1] عمر کا گھوڑا

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ

"مختلف زاویوں کے بارے میں ایک غلط فہمی دور کر لیجئے"

نکتہ نمبر (۶) زاویے : میں نے آنکھوں کی نفضا میں' آنکھوں کے بالکل سامنے 'آنکھوں کے متوازی اسم اللہ ذات کو نوری حروف میں تصوّر کرنے کے لئے عرض کیا ہے پس

یہ ۹۰ درجہ کا زاویہ ہے۔

(نوٹ) : گو ۹۰ درجہ کا زاویہ تو سیدھا آسمان کی طرف ہوتا ہے لیکن "سیف الرحمٰن" اور دوسری کتب میں چونکہ زاویے کے آلہ کو ٹیڑھا رکھا ہے۔ یہ اس لئے ٹیڑھا رکھا ہے تاکہ آنکھ کی حالت درست رہے۔ پس لئے نقشہ کے مطابق اسے تمثیلاً ۹۰ درجہ کا زاویہ کہا گیا ہے۔ ۹۰ درجہ کا زاویہ تو زاویہ قائمہ ہوتا ہے یعنی کھڑا زاویہ۔ پس آنکھ کی سمت درست رکھنے کے لئے مجھے پروٹیکٹر (زاویوں کا آلہ) کو ٹیڑھا رکھنا پڑا۔ پس ان تمام زاویوں کو جو میں نے عرض کئے ہیں تمثیلاً ۹۰، ۶۰، ۳۰ کہنا پڑا یعنی ۹۰ درجے کا زاویہ آنکھوں کے بالکل سامنے متوازی۔ اس سے ½ گز اوپر ۶۰ اس سے ½ گز اوپر ۳۰ اس سے ½ گز اوپر سیدھا آسمان کی طرف ۰ درجہ کا زاویہ ہو گیا۔ یعنی یہ اصل زاویوں کے برعکس سمجھ لیجئے۔ مجبوری تھی تو ایسے کرنا پڑ ہی گیا۔ آنکھ کی پُتلی کی سمت درست رکھنے کیلئے

پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے
جو مشکل اب ہے، یارب پھر وہی مشکل نہ بن جائے

زاویۂ نگاہ میں آنکھ کی پُتلی کو درجہ بدرجہ اُوپر اُٹھانے سے متعلّق کی بھی غلط فہمی کا ازالہ کر لیجئے!

ہر تصنیف میں زاویۂ نگاہ قائم کرتے وقت آنکھ کی پُتلی کو درجہ بدرجہ اُوپر اُٹھانے کے متعلق لکھا گیا۔ چنانچہ اس سے مبتدی یہ نہ سمجھے کہ درجہ بدرجہ آپ بھی آنکھ کی پُتلی کو اُوپر اٹھائیں۔ نہیں۔ بلکہ آپ خیال سے زاویۂ نگاہ مطلوبہ درجہ پر لے جائیں۔ یعنی ہو بہو آنکھ کی پُتلی اُوپر نہ اُٹھائیں، بلکہ خیال سے زاویۂ نگاہ قائم کر لیا کریں۔ اس سے آپ کی آنکھوں پہ یا پیشانی پر بوجھ نہ پڑے گا اور آپ پہروں، گھنٹوں تک زاویۂ نگاہ خیال میں رکھ سکیں گے۔ پس اسی طرح اپنے سامنے اسم اللہ بھی خیال میں ہر زاویہ پر قائم کر سکتے ہیں۔ اور آپ کی آنکھیں اور پیشانی بھی ہلکی پھلکی رہا کریگی۔ میری چھوڑیئے میں تو ہر طریقہ استعمال کر سکتا ہوں لیکن مجھے آپ کے لئے

ہُوئی نہ عام جہاں میں کبھی حکومتِ عشق
سبب یہ ہے کہ محبّت زمانہ ساز نہیں

طریقِ تصوّرِ اسم بمعہ زاویۂ نگاہ

آسانی مطلوب ہے۔

اے برادر! سب سے پہلے آپ اپنی آنکھوں کے بالکل متوازی (سامنے) یعنی ۹۰ درجہ پر اسم اللہ ذات نوری حروف میں مرقوم تصوّر اور خیال سے قائم کریں۔

نکتہ:- یاد رہے تصوّر و خیال میں اسم کو بار بار لانا پڑتا ہے یہ مستقل طور پر آپ قائم نہیں رکھ سکتے۔ اس لیے بار بار اِس کو سامنے لاکر قائم کرتے رہیئے۔ جتنی دیر آپ تصوّر کرنا چاہیں کریں پھر آخر میں استغراق بمعہ زاویۂ نگاہ کی طرف متوجہ ہو کر بالکل ڈوب جائیں عالم استغراق میں آپ کے سامنے سے اسم غائب ہو جائے گا۔ اسے غائب ہونے دیجئے کہ آپ کے ٹھیک طور پر ڈوب جانے کی علامت ہے۔ اب مزید استغراق میں جائیے اور اپنی نظر کو خیال میں سامنے مرکوز رکھیں پھر اور زیادہ مستغرق ہوتے جائیں حتیٰ کہ آپ باہر کی دُنیا سے بالکل بیخبر ہو جائیں۔ ایسی حالت میں آپ کے آگے سے اندھیرا دُور ہوتا جائے گا۔ اور صبح صادق جیسا وقت آجائے گا پس ایسی حالت میں کچھ مزید استغراق

**بے حضوری ہے تری موت کا راز
زندہ ہو تو، تو بے حضور نہیں**

مطلوب ہے۔

پھر آپ کی آنکھوں پر تجلّی پڑے گی یا اسم اللہ ذات غیبی نوری شکل میں آپ کو نظر آئے گا یا کوئی بزرگ سامنے نمودار ہوگا۔ یا مجلس انبیاء و اولیاء نصیب ہو گی۔ یا کوئی اور نظارہ دیکھو گے۔ یہ سب کچھ آپ کی مقدارِ استغراق و استعداد پر منحصر ہے۔

"مقدارِ استغراق"

یاد رہے رُوحانیت میں منزل و مقام میں مقدارِ استغراق سب سے اہم اور سب سے ضروری کردار ادا کرتی ہے۔ جسقدر دُور اور جس قدر بلندی پہ آپ کو جانا مقصُود ہوگا اُسی قدر زیادہ آپ کو استغراق طاری کرنا ہوگا۔

مثلاً آپ کو عالمِ ملکُوت میں جانا ہے تو اِس سے قبل عالمِ ناسُوت ہے۔ عالمِ ناسُوت میں بہت ہلکے سے استغراق کی ضرورت ہے کہ انسان عالمِ ناسُوت میں ایک جنبش سے داخل ہوجاتا ہے لیکن عالمِ ملکُوت میں جانے کے لیئے اِس سے گہرے استغراق کی ضرورت ہُوا کرتی ہے۔ اور عالمِ جبروت میں بھاری اور گراں استغراق

درویشِ خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی ہے نہ صفاہاں، نہ سمرقند

آپ کو لے جانے کے لئے درکار ہوگا۔ ہلکا پھلکا استغراق یا دُوسرے معنوں میں ہلکا پھلکا ایندھن آپ کی باطنی گاڑی کو عالم جبروت میں نہیں پہنچا سکتا۔ پس عالم جبروت میں آپ کو لے جانے کے لیئے بھاری اور گراں استغراق، محویت اور بیخودی کی ضرورت ہوگی۔

اِس سے آگے عالم لاھوت و مکان کے لیئے عالم جبروت سے بھی زیادہ مقدار استغراق کی ضرورت ہے اور اِس سے آگے عالم یاھوت و عالم ھاھوت میں تو موت سے بھی بھاری اور گراں استغراق کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اِس سے آگے مقام ھاھویت میں تو اِس قدر گراں ترین استغراق کی ضرورت ہے کہ آپ کو تمام عوالم اور اپنے تمام لطائف (لطیفۂ نفس، لطیفۂ قلب، لطیفۂ رُوح، لطیفۂ سِر، لطیفۂ خفی، لطیفۂ اخفیٰ، لطیفۂ انا) سے بھی دستبردار ہونا پڑے گا۔ وہاں ماسواء اللہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور نہ وہاں دُوئی کی کوئی گنجائش ہے۔ نہ وہاں اِسم ہے نہ رسم، نہ وہاں "تو" ہے نہ "میں" نہ وہاں "وہ" ہے نہ "یہ"۔ لہٰذا:

ع
وحدت میں تیری حرف دُوئی کا نہ آسکے
آئینہ کیا مجال تجھے مُنہ دکھا سکے

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ ' اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ !

یکتائے زمانہ ایک راز

ؔ
اِک نکتہ میرے پاس ہے شمشیر کی مانند
بُرّندہ وصیقل زدہ و روشن و بُرّاق
اگر نہ ہو تجھے اُلجھن تو کھول کر کہہ دُوں

سُنیئے جانِ برادر ! کسی مقام کی نیّت کر لینا ' کسی مقام کا سبق پڑھ لینا ' کسی مقام کا سبق ' ورد ' وظائف و اسم پڑھ لینا اور بات ہے ۔ لیکن کسی مقام پر ہُو بہُو ' عین بعین ' سچ مچ پہنچ جانا یا پہنچا دینا بالکل الگ بات ہے ۔ اور عین سچی بات ہے ۔

سچ جانیئے آپ خالی سبق ' ورد و وظائف ' اِسم و رسم سے اُس مقام تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے تاوقتیکہ اُس مقام تک لے جانے کے لیئے آپ کے پاس کوئی سواری ' کوئی مرکب ' کوئی گاڑی ' کوئی تیارہ یا کوئی راکٹ موجود نہ ہو ۔ اور مَیں سمجھتا ہُوں کہ اِس طرف آپ نے کبھی دھیان ہی نہیں دیا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پانی کی طرف خالی ہاتھ پھیلانے سے تیرے پاس پانی نہیں چلا آئے گا (تاوقتیکہ تو پانی لانے کی کوئی تدبیر نہ کرے ۔ یا کوئی ڈول اور رسّہ وغیرہ مہیا نہ کرے) ۔ تو بزرگوں کی کرامات مت بیان کر ۔ تُو نے دیکھا نہیں وُہ بھی بلاسبب کوئیں سے پانی

گریز کشمکش زندگی سے مردوں گی!
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست

نہیں، اُوپر اُچھالتے۔ تُو نے اُن کی باطنی ڈول اور رسّی کو نہیں دیکھا اسلیئے تُو نے بے سبب کہہ دیا۔ ورنہ وُہ بزرگ ہر قسم کے باطنی آلات سے لیس ہوتے ہیں۔ پس آ میں تجھے ایک راز کی بات بتاتا ہُوں۔ کسی کو بتانا نہ صرف تجھے ہی بتا رہا ہُوں۔ اگر تُو نے قدر کی اور سمجھ لیا اور پھر عمل بھی کر لیا تو بڑی بات ہے۔ پھر وُہ سب کچھ پالے گا جس کی تجھے برسوں سے تلاش ہے۔

اے تشنہ کام سُن! جب تجھے عالم ناسُوت و ملکُوت میں پہنچنے کی ضرورت ہو تو ۹۰ درجہ زاویۂ نگاہ قائم کر کے مستغرق ہوجایا کر (بے شک زاویۂ نگاہ خیال سے قائم کر لیا کر) پہلے چند منٹ اسم اللہ ذات کا تصور بھی ۹۰ درجہ زاویہ نگاہ یعنی آنکھوں کو بند کر کے بالکل اپنی آنکھوں کی سامنے والی فضا میں خیال سے قائم کر لیا کر۔ پھر مستغرق ہو جایا کر۔ اِس زاویۂ نگاہ سے عالمِ ناسُوت و عالمِ ملکوت میں داخلہ ہو جاتا ہے۔ عالم ناسُوت میں تُو مُسلمان جنّات اور شہداء کی ارواح کو دیکھ پائے گا۔ (نیز یاد رہے ارواح شہدا کو ہر مقام، ہر عالم میں آنے جانے کی پُوری پُوری اہلیت موجود ہوتی ہے) اور عالمِ ملکُوت میں تمام فرشتوں سے دوچار ہوگا۔ یاد رہے کہ تختِ رب العالمین جسے ہم عرشِ مُعلّٰے کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں اسی عالم میں موجود ہے۔ اور بیت المعمُور جس کے اِرد گرد ہر وقت ہر گھڑی فرشتے مصروفِ طواف رہتے ہیں

تو نے بلا سبب اسلئے کہہ دیا کہ تُو باطنی اسباب سے واقف نہیں

اسی عالم میں موجود ہے۔ اور جس عالم میں تمام زمین و آسمان کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے صفاتی رنگ میں (نہیں نہیں وُہ ذاتِ پاک اِن الفاظ کی شان سے بھی بے نیاز ہے یُوں کہیئے کہ) اُس کی صفتِ خلّاقی نے اِس مقام پر قرار پکڑا۔

نکتہ :- یہ بھی یاد رہے کہ عالمِ ناسُوت میں خبیث ارواح اور کافر جنّات بھی رہتے ہیں۔ آپ کی استعدادِ نفس کے مطابق آپ اِن سے بھی دوچار ہو سکتے ہیں۔ اِن سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ قبل استغراق الحمد شریف۔ چاروں قُل۔ درود پاک اور لاحول پڑھ کر اپنے تمام بدن پر دَم کرلیا کریں۔ (ویسے مجھے زندگی میں یہ کچھ پیش نہیں آیا۔ میرے شوق کی فراوانی ہر بات، ہر مقام کو بے خوف و خطر بہت ہی آسانی سے پار کر گئی) خواہ آپ رُوحانیت کی منزل پہ نہیں بھی چل رہے۔ تب بھی ایسے موقعوں پر لاحول پڑھ لینا رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و خود خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے۔ حتّٰی کہ یہ تو ہم نماز شروع کرتے وقت بھی پڑھتے ہیں۔

اِس سے آگے عالمِ جبروت میں داخلے کے لئے اور عالمِ لامکان میں داخلے کے لئے ۹۰ درجہ کا زاویۂ نگاہ بمعہ استغراق مبعہ تصوّر اسم اللہ ذات کیجئے۔ عالمِ جبروت میں ہماری رُوحیں پیدا ہُوئی ہیں۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ اِسی عالم میں اللہ تعالےٰ نے ارواح سے خطاب فرمایا تھا۔ اور ارواح نے قَالُوْا بَلٰی اسی مقام پر عرض کیا تھا۔ اسے وعدۂ میثاق بھی کہتے ہیں۔ فرشتوں کو اسی عالم میں اللہ تعالےٰ نے آدم کو سجدہ کو حکم دیا تھا لیکن ابلیس نے صاف انکار کر دیا تھا۔ پس:

تو نے تصوّرِ اسم اور استغراق کے مضبوط رشتہ کو منقطع کرکے اپنی منزل کھوٹی کر لی ہے

نکتہ ۹

شیطان آخری منزل تک تیرے پیچھے لگا رہے گا۔ تو اس سے ہوشیار و خبردار رہ۔ خواہ تو بہت بڑی منزل پر فائز ہے پھر بھی عورت اور دولت سے بچتا رہ (ماسوا منکوحہ عورت اور حلال دولت)۔ یہ دونوں چیزیں کسی وقت بھی تجھے عرش سے فرش پر پھینک سکتی ہیں۔ اور یہ بھی سمجھ لے کہ:۔

عشق جب قیدِ شریعت میں آجاتا ہے ..... تو پھر
کثرتِ جلوۂ اولاد دکھا جاتا ہے

اور اِس سے آگے مقاماتِ الٰہیہ میں عالمِ لاہوت ولامکان کا وسیع و عریض عالم آتا ہے۔ تصور اسم اللہ کے ذریعے استغراق و زاویۂ نگاہ کو بروئے کار لاکر تو اِس جہان میں بھی آسانی سے پہنچ سکتا ہے، یہ اسماء صفاتِ الٰہیہ کا درخشندہ و تابندہ جہان ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے ۹۹ اسماء صفات اپنی پوری آب و تاب سے روشن ہیں۔ نیز یہاں سارا قرآن پاک نوری صورت میں کتاب مبین کی شکل میں مندرج ہے۔ یہ جہان نورٌ علیٰ نور ہے۔ سبحان اللہ اس میں داخل ہونے والے بھی نورٌ علیٰ نور ہیں۔

اِس سے آگے مقام یاہُوت آتا ہے۔ سو اِس عالم میں بھی آپ بذریعہ تصور اسم اللہ ذات بمعہ استغراق با زاویۂ نگاہ داخل ہو سکتے ہیں اِس عالم کا دوسرا نام مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور لطیفہ خفی ہے۔ اِس سے آگے مقام حاہوت آتا ہے اِس مقام کا دوسرا نام نورِ محمدی

استغراق سے زاویۂ نگاہ کو جُدا کر کے تُو نے گویا اپنی باطنی سواری کو بے لگام چھوڑ دیا ہے

ہے یہ اوّلین نورُ ہے. جو اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے تخلیق کیا. نیز یاد رہے کہ عالمِ یاہوت کے لیئے آپ کو ۳۰ درجہ کا زاویۂ نگاہ درکار ہوگا اور استغراق گہرا ترین درکار ہوگا۔ اِس سے آگے عالمِ حاھوت کیلئے ۰ درجہ کا زاویۂ نگاہ آپ کو وُہ مقدارِ استغراق مہیا کر دے گا جو اُس عالم میں داخلے کیلئے نہایت ضروری ہے۔ اِس سے آگے مقامِ اَنَا ہے یا مقامِ ھاھوتیت ہے۔ اِسی کا نام مقامِ ذات ہے۔ یہ مقام وراء الورا ثم وراء الورا ہے۔ کسی کو اِس ذات میں کوئی دخل نہیں۔ دیدار، اکتسابِ انوارِ الٰہیہ یہ اور بات ہے اور ممکن ہے لیکن اُس کی ذات میں کسی کو کوئی تصرّف و دخل نہیں ہے۔ آپ کو اُسکی تمنا ہے تو اپنی تمنا سے بھی اور اپنی ذات سے بھی دستبردار ہو جاؤ تاکہ وُہی وُہ رہ جائے اور بس۔

مقدارِ استغراق

مَیں آپ کو مطلع کر دوں کہ عالمِ ناسُوت میں داخلے کے لئے ہلکا سا استغراق بھی کام دے جاتا ہے جسے آپ غنودگی یا نیم بیداری کی کیفیت کہہ سکتے ہیں اور عالمِ ملکُوت میں داخلے کے لئے نیم خوابی جیسا استغراق کام دے جاتا ہے اور عالمِ جبروت میں داخلے کے لئے مکمل استغراق کی ضرورت ہے جسے آپ مکمل نیند سے تشبیہہ دے سکتے ہیں۔ لیکن عالمِ لامکان میں داخلے کے لئے گہرا استغراق کی ضرورت ہے۔ جسے آپ موت سے تشبیہہ دے سکتے ہیں ذکر نہ

زاویۂ نگاہ کے بغیر تو نے اپنی کار کو بھی بیکار کرلیا ہے

کہیئے آپ مریں گے نہیں ۔ میں مقدار استغراق کی مثال دے رہا ہوں) عالم یاہوت اور عالم ھاھوت میں داخلے کے لئے آپ کو گراں ترین استغراق کی ضرورت ہے جسے آپ موت سے بھی گراں بیخودی کہہ سکتے ہیں اور عالم ھاھوتیت یا مقام ھُو یا مقام انا میں تو آپ کو اپنی خودی و بیخودی دونوں سے گزر کر بالکل کنارہ کش ہونا پڑے گا جسے آپ اپنے تمام حواس و قویٰ سے دستبرداری کا نام دے سکتے ہیں ۔ اسی کا دوسرا نام مقام ماسوا اللہ ہے اور اسی کا نام ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ۔ اور بس ۔

دیکھئے جناب ہر بات کی کوئی غرض وغایت ہوتی ہے ۔ اور ہر کام کا کوئی اجر ہوتا ہے ۔ ہر عبادت کی کوئی تاثیر ہوتی ہے اور ہر تعبیر کی کوئی تفسیر ہوتی ہے ۔ پس انسان کے وجود پہ اول اول تصور اسم اللہ ذات کی یہ تاثیر ہوتی ہے کہ اس پر تجلیات کا نزول شروع ہو جاتا ہے ۔ یہ نہ فرضی باتیں ہیں نہ خیالی تحریریں ہیں بلکہ یہ سب کچھ دیکھ کر، پرکھ کر اور پورے ۵۰ برس اس راستے پر چل کر ہر چیز کو تجربہ میں لا کر بیان کر رہا ہوں ۔ ایک عرصہ تک تجلیات کا نزول جاری رہ کر پھر انسان کے اندرونی اعضاء تاثیر کئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ چنانچہ سب سے پہلے نفس مطمئنہ اور قلب روشن ہوتے ہیں ۔ پھر روح خورشید تاباں کی طرح روشن ہو جاتی ہے ۔ یہ سب کچھ ہو چکنے کے بعد پھر آہستہ آہستہ بذات خود اسم اللہ نوری صفاتی

ہر اِک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

غرض و غائتِ تصورِ اسم اللہ ذات

شکل میں انسان کے اندر مرقوم ہو جاتا ہے۔ اور عالم مکان تک پہنچتے پہنچتے انسان کا سارے کا سارا جسم اسم اللہ سے مرقوم ہو جاتا ہے۔ اور آخر میں انسان کے جسم سے ایک نوری جثہ مرقوم بہ اسم اللہ بالکل باہر آکر مقاماتِ الٰہیہ کا سفر شروع کر دیتا ہے۔ اور اصل توحیدی راستہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اُس وقت دونوں جہان اُس کی نظر میں رائی کے دانہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے۔ وہ تمام عالم صفات سے مُنہ موڑ کر صرف اور صرف ذات کی طرف پرواز کرتا ہے۔ چونکہ اُس کی ذات کی کوئی انتہا نہیں ہے اسلیئے حیرت کے میدان میں گم ہو کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر آخر کار اُسی کے اسم سے زندہ ہو کر ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ پس اسی کا نام مقام ھُو ہے اور اسی کو مقام فقر کہتے ہیں۔ اسی کا نام لقا باللہ۔ باقی باللہ ہے۔ اسی جگہ اقبالؒ نے تمثیلاً فرمایا ہے ؎

در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمتِ مردانہ

تُو احدیّت کی تلاش میں ہے تُو وحدانیّت سے بھی گُذر

پس آپ یزداں کو تو کمند میں نہیں لا سکتے چونکہ وہ ذات خود صاحبِ کمند ہے۔ اُس کو کمند میں لاتے لاتے آپ خود اُس ذاتِ توحید کی کمند میں ضرور آ جائیں گے۔ پس اُس کی کمند میں آ جانا بھی نعمتِ عظیم ترین ہے۔

پس اسی کا نام ہے خاتمہ بالخیر اور بس۔



"تصوّرِ اسم اللہ پر آخری ہدایات"

① تصوّرِ اسم، استغراق اور زاویۂ نگاہ خیال سے کیجئے۔ اس طرح آپ کی پیشانی اور آنکھوں پر بوجھ نہیں پڑے گا۔

② کچھ دیکھنا ہے تو دیکھنے کے لئے دیکھنے کا آلہ (یعنی آنکھ اور نظر) استعمال کیا کر۔ اس کے بغیر آپ کو کچھ نظر نہ آئے گا۔

③ کچھ دیکھنا تصوّر ہے تو اس کے لئے تصوّرِ اسم، ظاہری حواس کا بند ہونا اور باطنی حواس کا کھلنا، استغراق، زاویۂ نگاہ لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے آپ ایک کو بھی چھوڑ دیں گے تو بھی کچھ نظر نہ آئے گا۔ یہ تو سب ارکان دیکھنے کے لوازمات ہیں

دیدار کی خواہش ہے تو اپنی ہستیٔ موہوم سے بھی گذر

سے ہیں۔ پس لوازمات کو چھوڑ کر آپ ملزوم کو نہیں پا سکتے۔ نگاہ کا ثمرہ نظارہ ہوتا ہے وظائف نہیں۔

④ وظائف کا دُوسرا نام زبان ہے اور عبارت، آواز، دعوت کا بھی دُوسرا نام زبان ہے۔ زبان سے کلام ہو سکتی ہے دید، نظارہ یا مشاہدہ نہیں ہو سکتا۔ پس مشاہدہ اور دید کیلئے آپ کو نگاہ اور آنکھ کو ہی استعمال میں لانا پڑے گا۔

⑤ البتہ وظائف کا بھی ایک بہت بڑا کردار ہے کہ ثواب رکھتے ہیں جو آخرت میں کام آئے گا۔ یہ بھی بہت ضروری ہے۔ نیز دعوت وظائف سے ہی پڑھی جاتی ہے لیکن پھر وُہی بات جب تک آپ علمُ العین اور اُس کے سارے لوازمات کو کام میں نہ لائیں گے تو دعوت بھی رواں نہیں ہوتی اور نہ ہی مشاہدات جاری ہوتے ہیں۔ پس وظائف کے لئے بھی علم العین کے لوازمات بہت ہی ضروری بلکہ لازمی ہیں۔ لیکن میں آپ کی بات مانتا ہُوں ثواب کی حد تک وظائف درست ہیں۔

(نوٹ): میں فرض وسُنّت و واجبات کی بات نہیں کر رہا۔ یہ سب کچھ تو مجھ پر بھی اور ہر مسلمان پر فرض ہی ہیں اور فرض رہیں گی اور ہمیں انہیں ہر حالت میں سرانجام دینا ہے۔ کوئی بھی شخص ان سے

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا

مستثنیٰ نہیں ہے۔

(۶) آپ اسم اللہ ذات کا تصور اپنے اندر اعضائے رئیسہ پر خیال سے کر سکتے ہیں سو فیصد درست ہے۔ نیز آپ اسم اللہ کا تصور اپنے وجود سے باہر اپنی آنکھوں کے متوازی (سامنے) فضا میں کر سکتے ہیں۔ یہ بھی سو فیصد درست ہے۔ گو آزمودہ و تجربہ شدہ بات کے لئے کسی دلیل یا حوالہ کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ تاہم آپ کی مزید تسکین کے لیئے ایک حوالہ دیتا ہوں۔ جس سے آپ بھی سو فیصد مطمئن ہو جائیں گے۔ لیجئے سنیئے!۔

ایک دفعہ جناب حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری کلاچوی قدس اللہ سرہٗ العزیز جناب محمد علی صاحب ٹھیکیدار بکی دروازہ لاہور میں مقیم تھے یہ عاجز اُن کی خدمت میں حاضر ہوا محفل گرم ہوئی تو اس بندہ نے عرض کیا کہ جناب آپ نے اپنی تصنیف عرفان میں اسم اللہ بذریعہ تصور و خیال اپنے جسم کے اندر تحریر کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ لیکن اس بندۂ عاجز کی بچپن سے ہی یہ عادت ہے کہ ہر چیز کو اپنی آنکھوں کی سامنے والی فضا میں تحریر یا مرقوم کرتا ہوں یا بذریعہ علم العین بازاویہ نگاہ دیکھتا ہوں۔
تو آپ نے نہایت شفقت اور محبت سے فرمایا کہ تم خوشی سے آنکھوں کے سامنے والی فضا میں تصورِ اسم کر سکتے ہو۔ اس لئے کر سکتے ہو کہ:۔

دیتی ہے مری چشمِ بصیرت بھی یہ فتویٰ
وُہ کوہ، یہ دریا ہے، وُہ گردوں یہ زمیں ہے
حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
"تو ہے" تجھے جو کچھ نظر آتا ہے "نہیں ہے"!

نکتہ ۱۰

قانونِ تصوّر و تاثیرِ اسم اللہ

آپ نے فرمایا کہ تم جہاں بھی تصورِ اسم اللہ کرو۔ لیکن جب اسم اللہ کی تاثیر جاری ہو جائے گی تو اسم اللہ خود بخود آپکے جسم کے اُس اعضاء پر مرقوم ہو جائے گا جس کی کہ آپ کی قابلیت کے مطابق استعداد ہے۔ اِس لیئے آپ کا جس طریقہ سے اور جہاں بھی دل چاہے تصورِ اسم اللہ کر سکتے ہو۔ وُہ اپنے وقت پر (تاثیر ہو جانے کے بعد) اپنی مطلوبہ جگہ پر خود بخود مرقوم ہو جاتا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ پیرِ کامل کو صاحبِ استعداد اور ہونہار طالبوں کے بارے میں زیادہ تردد نہیں ہوتا وہ خود بخود تصورِ اسم کا اپنے حسبِ حال کوئی نہ کوئی طریقہ ڈھونڈھ لیتے ہیں۔ اور اپنے حسبِ حال

لامحدود کی تلاش ہے تو تُو بھی محدود نہ ہو!

طریقہ بہت مؤثر ثابت ہوتا ہے۔

نکتہ ۱۱ قارئینِ کرام! اُوپر والی مندرجہ عبارت کو دوبارہ مطالعہ فرمالیجئے۔

اندر اور باہر تصوّر کرنے کا مسئلہ تو طے ہو ہی گیا۔ میں ایک اور بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وُہ یہ کہ آپنے "اعضاء پر اسم اللہ مرقوم" کا جملہ ادا فرمایا تھا۔ مُبتدی حضرات نوٹ فرمالیں کہ اوّل اوّل اسم اللہ مرقوم نہیں ہوتا بلکہ صرف اور صرف اُس کی تاثیر ہوتی ہے۔ اسم اللہ اُس وقت مرقوم ہوگا جب کہ آپ حواس و قویٰ کی کئی منزلیں طے کرچکے ہوں گے۔ جیسے کہ میں نے اپنا کونٹہ میں ۱۹۴۸ء میں مجسّہ مرقوم باسماءِ الٰہیہ تصنیف "حق سبحان" میں عرض کیا تھا۔

ایک اور بات بھی نوٹ فرمالیں کہ آپ نے "صاحبِ استعداد" کا جملہ فرمایا ہے۔ اِستعداد کیا ہے۔ کیسے ہے۔ کتنی ہونی چاہیئے یہ میں پھر کبھی الگ مضمون میں آپ سے عرض کردوں گا۔

(۷) آپ چلتے پھرتے۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ جلوت و خلوت میں اسم اللہ کا تصوّر جاری رکھیئے۔ اپنی پیشانی پر دونوں اَبرُوؤں کے درمیان ہمیشہ اسم اللہ کا تصوّر نُوری حروف میں کرتے رہیئے۔ اِس سے اسم اللہ کی تاثیر بھی بہت جلد جاری ہوتی ہے اور اِس سے مشاہدات و باطنی چشم کی بینائی، باطنی پرواز بہت جلد جاری ہوتی ہے اسے نہ بھُولیئے کہ یہ مقام علم الیقین، استغراق، زاویۂ نگاہ کے قریب ترین ہے اور نہایت ہی

راہ تو نشانِ راہ ہے منزل نہیں ہے

مؤثر ہے۔

اے میرے مونس و غمخوار دیکھ میں تیرے لئے کیا کیا جمع کر رہا ہوں اور ہمہ وقت تیرے ہی کام میں لگا رہتا ہوں۔ میں آپ سے کسی بھی چیز کا طلبگار نہیں ہوں ماسوا فی سبیل اللہ آپکی بھلائی کے۔ اگر آپ کی آنکھ روشن ہو گئی۔ (اور بہت لوگوں کی آنکھ روشن ہو چکی ہے) تو مجھے سب کچھ مل گیا۔ شاید اللہ تعالیٰ نے یہ کام مجھ سے اس لیئے کروایا ہے کہ:۔

ع منظور تھی یہ شکل تجلی کو نُور کی

میری نوائے شوق سے شور حریم ناز میں
غلغلہ ہائے الاماں بُت کدۂ صفات میں
حُور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں
میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں
تو نے یہ کیا غضب کیا مجھکو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کو
اپنے افکار کی دُنیا میں سفر کر نہ سکا

"توجّہ"

تعریف مُبتدی حضرات کے لیئے یہ عرض ہے کہ لفظ وجہ کے معنی ہیں "چہرہ" پس توجہ کے معنی ہیں کسی چہرہ کو سامنے لانا۔ لیکن اصطلاح تصوّف میں توجہ کے معنی ہیں باطن میں یا ظاہر میں کسی کی باطنی شخصیت کی طرف متوجہ ہونا کسی کے باطن پر اثر انداز ہونا۔ کسی کو بذریعہ توجہ اپنی گرفت میں لینا یا کسی کو اپنی باطنی نگاہ و توجہ سے فیضیاب کرنا۔

اقسامِ توجّہ گو توجہ کی تاثیر کے لحاظ سے بہت سی اقسام ہیں۔ تاہم توجہ کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (۱) توجہ جلالی (۲) توجہ جمالی

پس توجہ جلالی سے کسی کی باطنی شخصیت کو اپنی گرفت میں لا کر اُسے مغلوب، بیمار یا ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تصوّف کی منازل میں جمالی توجہ سے کسی کو مقام جبروت و لاہوت و لامکان میں پہنچا سکتا ہے۔

کافر ہے مسلماں تو نہ شاہی، نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی

لیکن جمالی توجہ سے تسخیرِ قلوب کیجاتی ہے۔ کسی کو اپنی طرف مائل و مانوس کیا جاتا ہے۔ نیز یہ توجہ خیرو برکت کے لیئے بھی کی جاتی ہے۔ لیکن رُوحانیت کی منازل میں کسی کو عالم ناسُوت سے لیکر ملکوت و جبروت و لامکان اور اس سے آگے بھی پہنچایا جا سکتا ہے۔

توجہ کا طریق کار

درحقیقت توجہ کس طرح کام کرتی ہے۔ توجہ کس طرح کی جاتی ہے توجہ کرنے کا ملکہ کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ آپ کس طرح توجہ کرنا، توجہ ڈالنا سیکھ سکتے ہیں۔ یہی اِس مضمون کا اصل ماحصل ہے۔ پس ذرا ہوشیار ہو کر بیٹھ جایئے اور سمجھنے کے لیئے بالکل ہمہ تن یعنی یکسو ہو جایئے۔

قارئینِ کرام! توجہ ڈالنے کی ہزاروں قسمیں ہیں بعض گفتار سے، بعض ہاتھ ملانے سے بعض بغلگیر ہونے سے توجہ ڈالتے ہیں لیکن اصل اور حقیقی توجہ یہ ہے کہ آپ پہلے تصورِ اسم اللہ ذات میں خوب اچھی طرح ملکہ پیدا کیجئے کہ آپ کا تصور رواں اور جاری ہو جائے۔ اگر آپ کا تصورِ اسم اس قدر رواں اور جاری ہو گیا کہ اس میں تاثیر پیدا ہو جائے

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جبتک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

تو سمجھ لیجئے کہ اب آپ کسی پر توجہ ڈالنے کا طریق کار سیکھ سکتے ہیں اور آخر کار آپ میں توجہ ڈالنے کا ملکہ پیدا ہو سکتا ہے۔

اس کے لیئے آپ یوں کیجئے پہلے تصور میں اس شخص کی صورت کو بالکل اپنے رُوبرو لائیے۔ پھر نہایت ہی توجہ سے اور نہائیت ہی پُرجوش طریقہ اور شدید جذبہ سے اُس شخص کے دل پر یا سینے پر یا دماغ میں یا پیشانی پر تصور اسم مرقوم کر دیجئے یعنی لکھ دیجئے۔ اور اسم اللہ اس قدر چمکتا دمکتا لکھنا چاہیئے جیسے کہ بالکل حقیقت معلوم دے خالی خیال معلوم نہ دے بلکہ اصل معلوم دے اور اسی طرح ہر روز مشق جاری رکھیئے۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ آپ میں توجہ دینے توجہ ڈالنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ صبر سے مشق کیجئے اور مستقل مزاجی سے یہ مشق جاری رکھیئے۔ یاد رہے دل میں جو کچھ گزرے یا دُوسرے معنوں میں خیال کو پُختہ سے پُختہ تر کرنے کا نام ہی توجہ ہے۔ اور یہ مشق مستقل مزاجی سے جاری رکھنے سے اور خیال کو پُختہ تر کرنے سے توجہ کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پس جوئندہ یابندہ۔

نیز یاد رہے کہ توجہات اچھی بھی ہوتی ہیں اور بُری بھی۔ ناسُوتی بھی ہوتی ہیں ملکوتی بھی۔ خبیثہ بھی ہوتی ہیں جناتی بھی۔ پس اچھی توجہ دل میں سکون و اطمینان و فرحت پیدا کرتی ہے اور بُری توجہ

نگہہ پیدا کر اے غافل کہ ہستر زندگانی ہے

دل میں بے اطمینانی۔ گھبراہٹ اور وحشت پیدا کرتی ہے۔ بُری توجہ، کاہن جوگی، کافر، بے دین اور کالے علم کے لوگ کرتے ہیں پس یہ توجہات بھی کفر ہی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ نیز مسلمانوں میں سے بعض ایسے ناسُوتی لوگ ہیں جو غیر شرع طریقوں میں لگے ہوتے ہیں۔ پس ایسی توجہات سے اللہ تعالےٰ سے بچائے۔ لیکن ایسے لوگوں کی توجہات ایک مسلمان صاحب تصوّر اسم اللہ ذات پر کچھ اثر نہیں کر سکتیں۔

اور اچھی توجہات اہل اللہ، صاحب تصوّر اسم اللہ ذات، شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم پر کاربند، صاحب بصیرتِ باطنی علوی، محض فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔ جن سے انسان کو دینی و دُنیاوی فوائد حاصل ہوں اور جن سے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو، جن سے اُن کی باطنی منازل طے ہوں کرتے ہیں۔ ایسے اہل اللہ اصحاب اپنے آپ کو بھی درمیان میں نہیں لاتے اور ہر کام محض فی سبیل اللہ کرتے ہیں اور خود گمنام و پردہ پوش ہی رہتے ہیں۔

قارئینِ کرام! ذرا دیکھنا کہیں گاڑی پٹڑی سے تو نہیں اُتر گئی۔ مجھے ہچکولے سے آئے تھے۔ شاید گاڑی پٹڑی سے اُتر گئی ہے آپ کہو گے کہ نہیں، گاڑی تو پٹڑی پر ہی چل رہی ہے۔ نہیں بھائی نہیں۔ آپ کو نہیں معلوم۔ گاڑی پٹڑی سے اُتر چکی ہے وہ یوں کہ اپنی

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی جہنم بھی !
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے !

ذرا دیکھنا کہیں گاڑی پٹڑی سے تو نہیں اتر گئی

تمام تصانیف میں اب تک حرف اور صرف ہر بات، ہر نکتہ، ہر عمل آپ کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیئے بتایا ہے۔ لیکن اس زیرِ نظر مضمون میں میں دیکھ رہا ہوں آپ میں سے ایک نہیں، دو نہیں بلکہ سب کے سب دوستوں کے دل میں یہ خیال اُٹھ رہا ہے کہ اب ہم بھی آپ سے توجہ کرنے کی فرمائش کریں گے۔ اور آپ کے دل میں یہ بات موجود ہے کہ ہم کبھی سے منتظر تھے کہ آپ توجہ کا مضمون شروع کریں۔ اور ہم بھی توجہ کی فرمائش کریں ؎

کر سمجھتا نہیں پر حسنِ تلافی دیکھو
شکوۂ جور سے سرگرمِ جفا ہوتا ہے

دیکھو میرے بھائی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام دُنیا کے اس جمِ غفیر میں اکثریت اُن لوگوں کی ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں ہر چیز بنی بنائی مل جائے۔ یا ہم پر کوئی توجہ کرے اور آن کی آن میں سارے کام درست ہو جائیں۔ یا کوئی ہم پر ایک نظر کرے تو ہماری منزلیں خود بخود طے ہو جائیں۔ اگرچہ پوچھو تو اس آس داعیئے

جس نے سُورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

اور اندھی تقلید نے اور بے جا دست بوسی و پا بوسی نے آدم پرستی کی صورت پیدا کر دی ہے۔ پیر بھی نہیں چاہتے کہ آپ کچھ سمجھ سکیں اور آپ بھی نہیں سمجھتے کہ ہم خود کچھ سمجھ سکیں سہ

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

میں آپ کی بات کو ۲۵ پچیس فیصد درست مانتا ہوں اور پچھتر فیصد غلط اسی لیئے اس مضمون میں میں نے بذاتِ خود آپ میں توجہ کا ملکہ پیدا کرنے کے لئے تحریر کر دیا ہے۔ سو توجہ بھی ہو جائے گی لیکن آپ بھی اپنے اندر یہ ملکہ پیدا کرنے کی کوشش کیجئے۔ لیکن نظر پیدا کرنے کیلئے تو سو فیصد آپ کو خود کوشش کرنی چاہیئے۔ نہیں مانو گے تو آخر کار پچھتاؤ گے۔ اور بس۔

قارئینِ کرام! جس طرح پیرِ کامل بھی ہوتے ہیں ناقص بھی۔ بالکل اسی طرح مریدِ کامل بھی ہوتے ہیں اور ناقص بھی جس طرح مرید کامل پیر کی تلاش میں رہتے ہیں بالکل اسی طرح پیر، مریدِ کامل کی تلاش میں رہتے ہیں۔

حضرت جناب سُلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں پورے ۳۰ برس کامل پیر کی تلاش میں رہا اور آج ۳۰ برس

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں

پیرِ کامل و مُرید کامل

ہونے کو آئے ہیں کہ مُرید کامل کی تلاش میں ہوں جسے میں بےحساب نصابِ زکوٰۃِ باطنی ادا کروں۔ لیکن نہیں ملا۔ پس جس طرح ہم کامل پیر کی تلاش میں رہتے ہیں بالکل اسی طرح کامل پیر، کامل مُرید کی تلاش میں رہتے ہیں۔

میں نے خود تقریباً ۳۰ برس کامل مُرشد کی تلاش میں صرف کئے۔ لیکن میں ان ۳۰ ابتدائی برسوں میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیکار نہیں بیٹھا رہا۔ بلکہ دن رات رُوحانیت کے وسیع میدان میں دوڑتا رہا۔

اور رُوحانیت کے ہر شعبہ میں عموماً اور نظر کے ہر معاملہ میں خصوصاً نہایت ہی دقیق نظری سے تحقیق و جستجو میں مصروف رہا نیز میرا کوئی اُستاد و رہبر نہ تھا۔ اور نہ ہی تیس برس تک کوئی کامل ملا۔ کائنات اور فطرت میری سب سے بڑی استاد و رہنما رہی اور ہے۔ قدم قدم پر منزل نے مجھے خود راستہ دکھایا۔

مقامِ فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیئے

کاملانِ فن بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور میری بھی یہی عرض ہے کہ ہے تو سب کچھ پاس ہی۔ آپ کے اندر ہی۔ صرف آپ کو تحقیق و جستجو کی ضرورت ہے۔ آپ کو استاد کی اسلیئے ضرورت رہی کہ آپ تحقیق و جستجو سے کام نہیں لیتے۔ استاد بھی مل ہی جائیں گے ذرا خود تو قدم اُٹھا۔ ایک ایک قدم بھی اُٹھائے گا تو بہت دُور تک منزل طے کرتا چلا جائے گا۔ تا آنکہ کوئی کامل بھی مل ہی جائے گا۔

کامل پیر

کامل پیر کی نشانی یہ ہے کہ وُہ باطن میں صاحب استعداد طالب کو اپنی توجہ کے زبردست زُور کے حلقہ میں لپیٹ کر عالمِ بالا کی طرف لے اُڑے اور اپنی زبردست قوتِ باطنی سے کسی کے بند قلب کو ذکر اسم اللہ پر جاری کر سکے۔ اور درجہ بدرجہ عالمِ ناسُوت سے لے کر عالمِ ھاھویت تک، صفات سے ذات تک لے جانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ نیز مجلس محمدی میں داخل کرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہو۔ لیکن یہ بھی یاد رہے ایسے کامل عنقا مثال ہوتے ہیں۔ اگر ایسے کامل و مکمل رہنما جلدی مل جاتے تو مجھے صفحات کے صفحات سیاہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ سر میں یہ بات ساری عمر گزار کر آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ اپنی کوشش اور ہمت کا

چلتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک تیز رَو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑیئے۔ اگر آپ چلتے رہے تو باطن میں کامل رہنما آپ کو خود مل جائیں گے۔

کامل مُرید

کامل مُرید کی صفات یہ ہوتی ہیں کہ وہ صاحب نظر ہو۔ باطن میں آجا سکتا ہو۔ باطنی دُنیا میں اپنے ارادے اور اپنے اختیار سے آنے جانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ تجلیات دیکھ چکا ہو۔ جاگتے جاگتے بیٹھے دیکھ سکتا ہو۔ جو کچھ میں نے طریقے بتائے ہیں اور جس طرح میں نے حاصل کیا ہے۔ اس کا اس لحاظ سے حصُول کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ یہ تو بہت ہی نزدیک کی بات ہے۔ صرف انسان میں شوق ہو اور حصُول کی ضرورت ہو تو کچھ بھی مشکل نہیں۔

اِس راستے کے کامل آپ سے کیا تقاضا کرتے ہیں ذرا سُنئے:

صاحب استعداد مُرید:

حضرت فقیر نور محمد سروری کلاچوی قدس سرّہٗ فرماتے ہیں (آپ کامل و مکمل، اکمل تھے) اگر تو حلال پرندہ بن جائے تو تیرے شکار کرنے والے صیاد بہت ہیں۔ لیکن اگر تو چیل یا گدھ کی طرح ہے تو پھر کسی کو تجھ سے کیا کام۔

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

نیز آپ نے فرمایا کلر اور شور زدہ زمین سے ہر شخص پہلوتہی کرتا ہے (کہ یہ تخم ریزی کے بیج کو بھی کھا جاتی ہے)۔

نیز آپ نے فرمایا زمانے میں گاہے گاہے اللہ تعالیٰ کے نُعلف کی ہوا چلتی ہے (یعنی پیر کامل گاہے گاہے توجہ کرتا ہے) پس اس نُعلف کی ہوا چلنے کے وقت جو بیدار اور تیار رہتے ہیں۔ وُہ فیضیاب ہو جاتے ہیں اور باقی سب کے سب محروم رہ جاتے ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا۔ دروازہ اُسی کے لیئے کھُلتا ہے۔ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور جو دروازہ نہ کھٹکھٹائیں اُن کا کوئی حق نہیں کہ دروازہ اُن کے لئے کھُلے۔

آپ نے مزید فرمایا فضل مولا گاہ رسد، بیگاہ رسد و بر دلِ آگاہ رسد یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل کبھی کبھی آتا ہے اور جب کبھی آتا ہے تو اچانک آتا ہے اور ایسے دل پہ آتا ہے تو دل آگاہ ہوں، خبردار ہوں۔

اے میرے عزیز دوستو! آپ کو مشکل نکات کھولنے، جدید تحقیقات وتجسس رُوحانیت اور معمے کھولنے کا اتنا شوق تھا کہ آج تک میں نے اس میدان میں کسی میں نہیں پایا۔ اب تو آپ کو ضرورت کوشش اور استعداد کے معنی بھی سمجھ میں آگئے ہونگے۔ نیز یہ باتیں یُونہی نظر انداز کرنے والی نہیں چونکہ یہ کامل و مکمل کا کلام ہے۔ آپ کی کوشش، تحقیق وجستجو بھی بچپن سے

معلوم ہیں مجھ کو ترے احوال کہ میں بھی
مدت ہوئی گزرا تھا اسی راہ گزر سے

زوال تھا۔

آپ کو میری بچپن کی تحقیق و جستجو کے متعلق بھی علم تھا اس لئے محفل میں کلام فرماتے وقت ہمیشہ چہرہ مبارک اس عاجز کی کی طرف رکھتے اور رُوئے سخن بھی اس عاجز کی طرف ہی فرماتے۔ خواہ مجلس میں صاحب علم ہی کیوں نہ بیٹھے ہوتے۔ آخر میں آپ نے فرمایا:-

بارش کے وقت سیدھے برتن بارش کے پانی سے پُر اور مملو ہو جاتے ہیں اور اُوندھے برتن خالی کے خالی رہ جاتے ہیں۔

ایک دفعہ محفل اپنی رونق پر تھی۔ آپ مشکل مسائل پہ گفتگو فرما رہے تھے کہ موقع پا کر میں نے بھی ایک سوال کر دیا اور وہ یہ ہے کہ حضور جب شیخ کامل کسی پر توجہ ڈالتا ہے تو جس پر توجہ ڈالی جائے اُس کو توجہ ڈالنے کا فی الفور پتہ چل جاتا ہے کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا:-

"جس پر کوئی کامل توجہ ڈالتا ہے اگر وہ صاحب استعداد ہے تو اُسے فوراً پتہ چل جاتا ہے لیکن اگر وہ صاحب استعداد نہیں تو پتہ نہیں چلتا۔"

کیا خیال ہے میرے بھائی! صاحب استعداد لوگوں کے گرد

گدائے میکدہ کی شانِ بے نیازی دیکھ
پہنچ کے چشمۂ حیواں پہ توڑتا ہے سبُو

میں شامل ہونا چاہتے ہو کہ نہیں۔ اور یہ بھی بتانا کہ اپنے برتن کو اوندھا ہی رکھتا ہے یا کہ سیدھا۔ دیکھنے میں کچھ اور بھی اِس بارے میں تحریر کرتا۔ لیکن آپ کے جامع کلام کے بعد اِس کی ضرورت نہیں رہی۔ اب میں فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں ؎

ہمارے ذہن میں اُس فکر کا ہے نام وصال
کہ گر نہ ہو تو کہاں جائیں ہو تو کیونکر ہو
گئی وُہ بات کہ ہو گفتگو تو کیوں کر ہو
کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیوں کر ہو

صاحب استعداد مرید ہر کسی سے فیضیاب ہو سکتا ہے حتیٰ کہ ناقص پیر سے بھی اسلئے کہ صاحب استعداد مُرید ناقص پیر کو باطن میں خود حاضر کرنیکی اہلیت رکھتا ہے!

رگِ تاک منتظر ہے تری بارشِ کرم کی
کہ عجم کے میکدوں میں نہ رہی مئے مغانہ

زاویۂ نگاہ اور آنکھ کی پتلی کے متعلق چند اہم اُمور

قارئین کرام! آپ نے میری سلسلۂ تصنیف ۱ بنام سیف الرحمٰن سلسلۂ تصنیف ۲ اللہ جل شانہ اور سلسلۂ تصنیف ۳ حق سبحان میں زاویۂ ہائے نگاہ اور آنکھ کی پتلی کو درجہ بدرجہ اُوپر اٹھائے جانے کے متعلق دیکھے ہیں۔ سو آنکھ کی پتلی درجہ بدرجہ اُوپر اُٹھانے کے متعلق اور ہر زاویۂ نگاہ پر اپنی نظر قائم کرنے کے متعلق چند ضروری باتیں اور کچھ غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔ سو انہیں بڑے غور سے سُن لیجئے۔ اِس سے آپ کو بہت آسانی ہو جائے گی۔

نکتہ ۱ سو اِس بندہ نے ہر زاویہ کے نقشہ میں آنکھ کی پتلی کو درجہ بدرجہ اُوپر، اور اُوپر، مزید اُوپر دکھایا ہے۔ سو اِس سے آپ یہ نہ سمجھ لینا کہ ظاہر میں آپ نے آنکھ کی پتلی کو اُوپر سے اُوپر اٹھانا ہے نہیں۔ بلکہ آپ نے آنکھ کی پتلی درجہ بدرجہ ہو بہو اُوپر نہیں اٹھانا بلکہ خیال سے زاویۂ نگاہ قائم کرنا ہے۔

شاعر کی نوا مُردہ و افسُردہ و بے ذوق
افکار میں سرمست نہ خوابیدہ نہ بیدار

اے برادر سمجھ گئے نا۔ کہ زاویۂ نگاہ خیال میں قائم کر لیا کریں۔ صرف ایک زاویہ جو ۹۰ درجہ کا تمثیلاً بیان کیا گیا یہ ۹۰ درجہ کا زاویہ ہوبہو قائم کر سکتے ہو۔ باقی کے ۶۰، ۳۰، ۰ کے زاویے صرف خیال سے قائم کریں۔

فائدہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کی پیشانی۔ ابرو، اور آنکھوں پر کوئی بوجھ، کوئی گرانی، کوئی دباؤ نہ پڑے گا، اور آپ آرام سے بہت دیر تک محویت کے عالم میں رہ سکو گے۔ نیز تصوّر کا زاویہ بھی خیال ہی سے قائم کیا کریں۔ تاکہ آپ کو کوئی تھکاوٹ نہ ہو سکے۔

نکتہ ۲ خیال سے زاویۂ نگاہ قائم کرنے کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں ہے کہ آپ بوقتِ استغراق اپنی نگاہ کو کھلا چھوڑ دیں۔ اگر کھلا چھوڑ دو گے تو یا آپ کھو جاؤ گے یا سو جاؤ گے۔ اور دیکھو گے بھی کچھ نہ۔ پس استغراق اور زاویۂ نگاہ لازم و ملزوم ہیں۔ ان کو ایک دوسرے سے جُدا نہ کیجئے ورنہ دُور جا پڑو گے۔

نکتہ ۳ میں آپ کی آسانی کے لئے عرض کر دوں کہ آپ بیٹھ کر بھی مستغرق ہو سکتے ہیں اور لیٹ کر بھی۔ اور کسی چیز کے سہارے بھی بیٹھ سکتے ہیں

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں
غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

صرف ایک احتیاط کافی ہے کہ اگر بیٹھ کر مستغرق ہونا ہو دائیں بائیں سہارے کے لئے کوئی چیز رکھ سکتے ہیں۔ پشت پیچھے گدیلہ رکھ سکتے ہیں۔ صرف پیچھے سر کسی چیز کو نہ لگے۔

بیٹھتے وقت اپنی ٹانگوں کو کسی بھی حالت میں آرام دہ حالتیں رکھ سکتے ہیں۔ لیٹ کر تو ہر روز ہی سونے سے قبل پہلے چند منٹ تصور اسم اللہ ۹۰ درجہ زاویہ پر (یاد رہے چت لیٹتے وقت آپکی نگاہ سیدھی آسمان کی طرف ہوگی اور منہ بھی آسمان کی طرف ہوگا) کیا کریں۔ پھر استغراق با زاویہ نگاہ کی طرف مائل ہو کر مستغرق ہوجایا کیجئے۔ یہ تو سب سے آسان ہے۔ بلکہ اس سے آسان تو کوئی اور طریقہ ہی نہیں۔

نکتہ ۴ لیٹ کر مستغرق ہوگے تو جتنی دیر زاویۂ نگاہ قائم رکھوگے یعنی اپنی آنکھوں کی سامنے کی فضا میں دیکھتے رہوگے۔ اُس وقت تک ہرگز نیند نہ آئے گی۔ بلکہ زاویۂ نگاہ سے تو مشاھدات جاری ہوتے ہیں۔

پس استغراق با زاویۂ نگاہ مشاہدات کی کنجی ہے نیز جب تک بیٹھ کر یا لیٹ کر آپ زاویۂ نگاہ قائم رکھوگے تو آپ کو نیند ہرگز نہ آئے گی۔ آنکھوں کو ڈھیلا چھوڑ کر زاویۂ نگاہ ختم کردوگے تو آپ کو فوراً نیند آجائے گی۔

مِلا مزاج تغیّر پسند کچھ ایسا
کیا قرار نہ زیرِ فلک کہیں میں نے

نکتہ ۵

جب انسان نماز پڑھتا ہے. یا ورد و وظائف میں مشغول ہوتا ہے. یا ذکر فکر میں مصروف ہوتا ہے یا استغراق کی طرف مائل ہوتا ہے تو انسان کا دل باتیں کرنے لگ جاتا ہے. اور مختلف خیالات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے. یہ بات تمام اہلِ شریعت اور تمام اہلِ طریقت کو برابر پیش آتی ہے پس خیالات کو بند کرنے کی سب سے بڑی کلید زاویۂ نگاہ ہے اپنے سامنے نگاہ کو فضا میں آنکھیں بند کر کے قائم کیجئے تو ہر قسم کے خیالات بند ہو جاتے ہیں. اصل حقیقت یہ ہے کہ خیال بھی حواسِ خمسہ باطنی کا ایک جزُ اور ایک رُکن ہے. خیال کو بھی نہ نیند آتی ہے نہ اُونگھ. یہ سوتے میں اور جاگتے میں برابر جاری رہتا ہے. ہر حال میں رواں رہتا ہے.

پس خیال کو جب تک آپ کسی کام پر نہ لگائینگے اور جب تک آپ اِس کو کسی کام میں مصروف نہ کرینگے یہ برابر جاری رہے گا. اور اُسے سب سے بہتر مصروف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اِسے اپنی آنکھوں کی فضا میں مشغول کر دیجئے تو خیر خیال بند ہو جائیں گے.

نُور تیرا چھُپ گیا زیرِ نقابِ آگہی
ہے غبارِ دیدۂ بینا حجابِ آگہی

مزید اِس سے اُوپر کے مؤثر طریقے یہ ہیں خیال کو ۹۰ درجہ پرلے جائیں۔ یہ پہلی ترکیب سے زیادہ مؤثر ہے۔ یا ۳۰ درجہ پر خیال سے دیکھنا شروع کر دیں یہ ۶۰ درجے سے بھی مؤثر ہے۔ اور سب سے آخری اور کُلی طور پر خیال کو زبردستی بند کرنے کی ترکیب ۰ درجہ کا زاویہ ہے۔ اس سے کیسا ہی سرکش خیال ہو انشاء اللہ یقیناً بند ہو جاتا ہے۔

اور یہ خالی علم سے بیان نہیں کر رہا بلکہ میرے برسہا برس کے آزمُودہ و تجربہ شُدہ طریقے ہیں۔ جن کو فی سبیل اللہ آپ کی جھولی میں ڈال رہا ہُوں۔ اگر آپ نے قدر کی تو یہ اُصول آپ کی قدر کریں گے اور اللہ تعالےٰ آپ کا راستہ آسان سے آسان تر کر دے گا اور آپ کو آج تک جو چیز نہ مل سکی کو آسانی سے پا لیں گے۔

نکتہ ۶ جب آپ کو استغراق در استغراق حاصل ہو جائے تو پھر زاویۂ نگاہ بھی قائم رہے یا نہ رہے۔ اس کا خیال نہ کیجئے۔ چونکہ یہ مشاہدہ کھُلنے کا وقت ہوتا ہے۔ لیکن جب تک استغراق در استغراق طاری نہ ہو جائے اُس وقت

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود

تمک زاویۂ نگاہ کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوڑیئے۔

پس یہ مشاہدہ حاصل کرنے' باطن میں جانے کا بہت بڑا نکتہ ہے۔ اسے ہرگز ہرگز کبھی نہ بھولیئے۔

میری بات چھوڑیئے۔ میں تو ہر طریقہ استعمال کر سکتا ہوں۔ کثرتِ مشق اور کثرتِ نظارہ نے میرا کام بہت آسان کر دیا ہے۔ لیکن میں آپ کے لئے آسانی چاہتا ہوں۔ لیکن ایسی آسانی جس سے آپ کے مشاہدات شروع ہو جائیں پس آج وقت ہے۔ تھوڑی سی اللہ تعالےٰ نے مجھے زندگی بھی دی ہے۔ اسے غنیمت جانیئے۔ میری یہ صرف نصیحت نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ اور بس۔

ع کہ چشم بند شاید کثرتِ نظّارہ سے وَا ہو!

ع نظّارے کو تو جنبشِ مژگاں بھی بار ہے!

ع نگہہ پیدا کر اے غافل! کہ سرّ زندگانی ہے!

+

بنتے ہیں مری کارگہِ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

مکرمی و محترمی

السلام علیکم! سلسلۂ تصنیف ۱ و سلسلۂ تصنیف ۲ بالترتیب سیف الرحمٰن و اللہ جلّ شان حاضر خدمت ہیں۔ پیشتر اسکے کہ میں کچھ بیان کروں ان دونوں تصانیف میں آپ کی نقش برائے زاویۂ نگاہ ملاحظہ فرمائیں گے پس یہ بات نوٹ فرما لیجئے کہ زاویۂ خیال سے درجہ بدرجہ قائم کرنا ہے۔ آنکھ کی پتلی کو بعینہٖ درجہ بدرجہ ہر زاویہ پر اوپر اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ اس سے آپ کی پیشانی، ابرو اور آنکھوں پر بوجھ یا گرانی نہیں ہو گی۔ اور بہت دیر تک متوجہ ہو کر بیٹھ بھی سکو گے .... آمدم بر سرِ مطلب۔

معلوم ہیں مجھ کو ترے احوال کہ میں بھی
مدت ہوئی گزرا تھا اسی راہ گزر سے

روحانیت کے حصول کے لیئے جو جو تکالیف آپ نے اٹھائی ہیں مجھے معلوم ہیں۔ لیکن کاش آپ کو معلوم ہوتا کہ اگر کامل و مکمل و اکمل رہنما نہ ملے تو کیا کرنا چاہیئے۔ یہ آپ کو پہلے سے معلوم ہونا چاہیئے تھا۔ میں آپ کی یاد دہانی کے لیئے عرض کردوں کہ روحانیت، نگاہ، حواسِ خمسہ ظاہری، حواسِ خمسہ باطنی،

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو وہ لہو کیا ہے

علم العین ' استغراق پر کسی کی بھی اجارہ داری نہیں ہے کہ آپ
اِن سے کام ہی نہ لے سکیں ۔ یہ رُوحانیت کے قاعدہ کا الف
ہے ۔ یہ ہر شخص کو آنا چاہیئے ۔ ذرا میری طرف مُنہ کیجئے ! جب
مَیں نے بچپن میں دیکھا کہ کوئی کامل راہنما نہیں ملتا تو تن تنہا
اِس وادی میں چل نکلا ۔ اور یقین کیجئے جب مصمم ارادہ کرکے
بیٹھا تو پہلے روز جاگتے جاگتے بیٹھے بیٹھے دیکھ کر اُٹھا ۔ اور
بیٹھے بیٹھے دیکھ لینا ۔ آنکھ کی بینائی کا کھُل جانا ۔ باطنی
دُنیا میں داخلہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ۔ یہ سب کچھ بغیر
پیر کے بھی حاصل ہو جاتا ہے ۔ خدا معلوم یہ بات کس ظالم نے
اُڑا دی کہ بغیر کسی کی نگاہ کئے انسان کا راستہ کھُل ہی نہیں
سکتا ۔ ؏

اگر نہ ہو تجھے اُلجھن تو کھول کر کہہ دوں

اِس بندۂ حقیر نے عالم ناسُوت سے ابتدا کی اور عالم ملکوت
و عالم جبروت ' پھر عالم لامکان تک جا پہنچا ۔ کہنے والی بات یہ
ہے کہ ابھی تک میرا کوئی اُستاد ۔ کوئی رہنما ' کوئی پیر نہ تھا ۔ مگر
کوئی اُستاد تھا تو قدرت تھی ' کائنات تھی ' فطرت تھی جو خود بخود
مجھے راہ دیتی چلی گئی ۔ یہ نہ کوئی فخر ہے نہ غرور بلکہ صرف اور صرف

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طُور کی

اشتہا۔ طلب اور شوق تھا۔ اور سچ پُوچھو تو نہ میں نے کسی کا انتظار کیا اور نہ اب کر سکتا ہُوں اور یہ حقیقت ہے کہ

؎ نیم گاہے ہم نہ باشد شوق چُوں رہبر شود

طعنۂ نایافت سُننے کے ہم قائل نہیں

؎ دیکھا کہ وُہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے ..... لیکن یاد رہے کہ

؎ عاشق دل کے لُٹ جانے کو دل آجانا کہتے ہیں

سو کھو جانا دراصل پا لینے کا دُوسرا نام ہے۔ آج کے بعد ناکامی و نامُرادی کا نام میں آپ کی زبان سے نہ سُنوں۔ خُدا کے لئے اس بات کو اچھی طرح سمجھ جایئے کہ الف سے ی تک جو کُچھ بھی آپ نے پانا ہے وہ سب کُچھ آپ کے اندر موجود ہے۔ آپ کے ساتھ یہ سب کُچھ اِس لئے واقع ہو گیا کہ آپ نے سہارے کا سارا بھروسہ آسرا پر کر لیا اور اپنی کوشش کو بھُول گئے۔ ذرا سُنیئے

؎ شال یہ مری کوشش کی ہے کہ مُرغِ اسیر
کرے قفس میں بہم خس آشیاں کیلئے

سو ہم نے تو قید خانہ میں رہ کر بھی اپنا آشیاں تعمیر کر لیا اور آپ آزاد رہ کر بھی بے خانماں رہے۔ نہیں نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے جو کچھ آپ چاہتے ہیں وُہ ایک نقطہ میں بند ہے اور وُہ نقطہ

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈھ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

کچھ تو آپ کو میری تصانیف کھول دیں گی۔ اور کچھ وُہ کھول دے گا جسے آپ نہیں جانتے۔ آج کے بعد اپنی کمرِ ہمت کو باندھ لیجئے۔ ہوشیار اور بیدار ہو جائیے۔ میں ایک نئی دُنیا کا پتہ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ اور اُس دُنیا میں داخل ہونے کی کلید بھی ساتھ ہی بھیج رہا ہُوں۔

پس آپ نئی دُنیا میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو جائیے۔ آج کے بعد ہر وقت یہ شعر گنگنایا کیجئے۔

کیا عشق نے سمجھا ہے کیا حُسن نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

دیکھئے یہ نامہ پڑھکر اور یہ تصانیف پڑھکر آپ کا ملنے کو دل بہت چاہے گا۔ اگر مجھے آپ کی محرومی کا صدمہ نہ ہوتا تو شاید میں کبھی بھی آپ سے نہ ملتا۔ آپ کے ایثار۔ آپ کی قربانی اور آپ کے خلوص اور اس پر آپ کی محرُومی و ناکامی نے میرا دل ہلا کر رکھ دیا۔ اب آپ ایک شرط پر مجھے مِل سکتے ہیں اور وُہ یہ ہے کہیں بھُولکر کوئی بزرگ خیال نہ کر بیٹھنا۔ دُوسرے مجھے اپنا صرف اور صرف بھائی اور دوست سمجھنا۔ تیسرے بزرگانہ ادب آداب نام کی یہاں کوئی چیز نہیں ہے۔ چوتھے سب سے بڑی اور سب سے آخری شرط یہ ہے کہ کوشش

نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

ہمت، شوق اور نظر کا سامان تمہارے ساتھ ضرور ہو۔ اگر آپ کو یہ سب کچھ منظور ہو تو ٹھیک ہے۔ قفل انشاءاللہ کھل کر ہی رہے گا۔ آخر میں بے جا جسارت پر معذرت۔

والسلام

ڈاکٹر نور سروری

قارئینِ کرام! معاف کیجئے گا۔ مجھے درمیان میں مضمون کا تسلسل توڑ کر ایک مہجور و مجبور، تھکے ماندے اور دلگیر مسافر کو نامہ لکھنا پڑا۔ اگر میں آپ کو اس بے چارے کی قربانیوں، پیر کی دن رات خدمت، ایثار اور عقیدت کی داستاں سناؤں تو آپ کا دل لرز جائے۔ اور کلیجہ مُنہ کو آجائے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ وُہ باوجود اس قدر عقیدت و ایثار کے پھر بھی رُوحانیت سے محروم رہا۔

یہ سب کچھ اِس لیئے ہُوا کہ نہ تو پیر ہی اُسے کچھ دے سکے حالانکہ پیری اُن کی بلند بانگ دعووں سے پُر ہے۔ اور القابات کا تو کچھ شمار ہی نہیں۔ اور وُہ خود اِس لئے کچھ حاصل نہ کر سکا کہ رُوحانیت کے اُصولوں سے نظر و نگاہِ باطنی سے بے خبر تھا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ ۔

واعظ نہ خود پیئے نہ کسی کو پلا سکے
کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی

میں نے پہلے بھی بہت دفعہ عرض کیا ہے کہ میں نے پیروں کی بہت

مُرید سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خُدا کرے کہ مِلے شیخ کو بھی یہ توفیق

تلاش کی تھی۔ ان میں ہر قسم کے پیر شامل تھے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کے فضل اور حضور علیہ السلام کے وسیلے سے میں نے اپنی نظر اپنی ہی تگ و دو سے کھولی تھی اس لئے ناقص پیروں سے میں نے مار نہیں کھائی۔

نیز کامل پیر اور ناقص پیر میں میں امتیاز کر سکتا تھا لیکن عوام الناس بے چارے کیا کریں۔ وُہ اُن کا ظاہر ہی دیکھ سکتے ہیں باطن کا خدا جانے۔ کچھ ہمارے عوام میں اندھی تقلید کی روش بہت عام ہے۔ جو مشکل سے ہی دُور ہو سکتی ہے لیکن جو سچے دل سے اللہ تعالےٰ کی تلاش میں ہوتے ہیں اُن بیچاروں کا بُرا حال ہو جاتا ہے۔

میں اُس بے چارے کی عقیدت کی صرف ایک ہی مثال بیان کرتا ہُوں۔ اس سے باقی اشیار کو قیاس کر لینا۔ اور وُہ یہ ہے کہ جب وُہ اپنے پیر کے ہاتھ پاؤں دُھلاتا تھا تو اُس دُھلائے ہوئے پانی کو یُونہی زمین پر نہیں پھینک دیتا تھا۔ بلکہ بجائے پھینکنے کے اُس دُھلائے ہُوئے پانی کو پی جاتا تھا۔ یہ اُس کی عقیدت دیکھو اور پیر کی مروّت دیکھو بعد میں پھر مُرید کی محرومیت دیکھئے۔ سو یہ ایسے محروم اور تھکے ماندے انسان کا

چشم کو چاہیئے ہر رنگ میں وا ہو جانا

تصوّرِ اسمِ اللہ کے روحانی و جسمانی فوائد

حال ہے۔ اور آج اُس بے چارے کا یہ حال ہے کہ بمصداق سہ

چلتا ہُوں تھوڑی دُور ہر اک تیز رو کیساتھ
پہچانتا نہیں ہُوں ابھی راہبر کو میں

یاد رہے کہ تصوّر اسم اللہ ذات نہ صرف قلب و رُوح و دماغ کو منزہ و مصفّیٰ و منوّر کرتا ہے بلکہ یہ جسمانی طور پر بھی موجبِ شفا و بدنی صحت کا محافظ ہے۔ تصوّرِ اسم اللہ ذات دینی و دُنیاوی طور پر یکساں مُفید ہے۔ رُوحانی طور پر تصوّر اسم اللہ ذات درجہ بدرجہ ساتوں بطون بلکہ اِس سے بھی آگے تک رہنمائی کرتا ہے اور جسمانی طور پر ہر مرض کا کافی و شافی علاج ہے۔ گو ذاتی طور پر میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں جسمانی طور پر تصوّر اسم اللہ کے مضمون کو شروع کروں۔ بلکہ اِس صفحہ کی پہلی چار سطور لکھنے کے بعد قلم رکھ دی اور پُورے ۴ گھنٹے یہ صفحہ بن لکھے پڑا رہا۔ دل نے کہا چلو لکھ ہی دو۔ شاید اِس سے بھی کسی کا بھلا ہو جائے۔ اِس لیئے چار و ناچار مضمون کو شروع کر رہا ہوں۔ ویسے یہ بھی بات ہے

سکوں پرستیٔ راہب سے ہے فقیر بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی

کہ جو کوئی اِس پر عمل کرے گا۔ دوہرا فائدہ اُٹھائے گا۔ اگر کوئی رُوحانی طور پر معذور ہے وُہ بھی

① تصوّر اسم اللہ بصورت نیلے انوار

رُوحانی فوائد لفظ اسم اللہ نیلے رنگ کی چمکدار نوری شکل میں اگر اپنی ناف اور ناف کے اِرد گرد تصور کروگے تو سرکش نفس امارہ جو انسان کو ہر وقت بُرائی پر آمادہ کرتا ہے اور شیطان سے ملحق ہے مغلوب ہوتا جائے گا۔ اور آخر نفس لوّامہ (بُرائی پر ملامت کرنے والا نفس) سے متصف ہو جائے گا۔ مزید کوشش سے پھر نفس لوّامہ، نفس مُلہمہ (خبر پانے والا۔ الہام پانے والا نفس) کی صفات سے متصف ہو جائے گا اور آپ اس کے ساتھ ہی عالم ناسُوت کو عبُور کر جائیں گے۔

جسمانی فوائد اگر حکیم، ڈاکٹر، معالج صبح و شام یا رات کو تصور اسم اللہ نیلے رنگ کی چمکدار نوری شکل میں اپنے ہاتھوں اور زبان پر ہر روز تصور

کام مجھ کو دیدۂ حکمت کے اُلجھیڑوں سے کیا
دیدۂ بُلبل سے مَیں کرتا ہُوں نظّارہ ترا

کیا کریں تو اُن کے ہاتھوں میں بہت شفاء کی تاثیر آ جاتی ہے۔ اور اگر مذکُورہ معالج اِسی رنگ میں تصوّر سے مریض کے متاثرہ جسم کے اندر اسم اللہ کو چند بار لکھا کریں گے تو مریض شفایاب ہو جایا کریں گے۔ اگر کوئی مریض خود بھی اپنے متاثرہ اعضاء کے اندر اسم اللہ کا تصوّر اسی رنگ میں کریں گے تو جلد شفایاب ہو جائیں گے۔ شوقیہ تصوّر کرنے والے حضرات اپنے فن میں ماہر صاحب فراست و رُوحانیت ہوتے چلے جائیں گے۔

② "تصوّرِ اسمِ اللہ بصُورتِ زرد انوار"

رُوحانی فوائد

اسم اللہ زرد رنگ کی چمکدار نوُری شکل میں اگر قلب پر ہر روز صبح اور رات کو تصوّر کیا کرو گے تو کثرتِ تصوّر سے آخر کار قلب اسم اللہ بلا اختیار و ارادہ پکارنے لگ جاتا ہے۔ اور صاحبِ تصوّر ملکُوتی صفات کا حامل ہو جاتا ہے۔ اور آخر میں فرشتے دن رات اُسے اشارت و بشارت دیتے ہیں اُسکی خبر گیری اور مدد کرتے ہیں۔ اور آخر وُہ عالم ملکوت کو عبُور کر

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ الست

جاتا ہے۔

جسمانی فوائد زرد رنگ میں تصور اسم اللہ اگر کوئی عام شخص نوری شکل میں کریگا تو وُہ نئی نئی ایجادات اور سائنسی عُلوم میں ماہر اور تخلیقی صلاحیتوں کا مالک ہو جائے گا۔ نیز اس رنگ کا تصور کمزوریٔ اعصاب پریشانی اور خوف کو دُور کر دیتا ہے۔ نیز جسمانی صحت جلد برقرار ہو جاتی ہے۔ خواہ کوئی مرض ہو۔

۳ "تصورِ اسم اللہ بصورت سُرخ انوار"

رُوحانی فوائد اگر کوئی شخص تصور اسم اللہ سُرخ انوار کی شکل میں اپنے سینے، دل اور دماغ میں کرے گا۔ تو مقام الست یعنی عالم جبروت یعنی عالم اَرواح میں پہنچ جائیگا۔ آخرکار اُس کا رُوحی ذکر شروع ہو جائیگا۔ مقام حشر و نشر کا مشاہدہ کرے گا اور اسی زندگی میں اپنے مقام روح میں پہنچکر اسے عبور کر جائے گا۔

کوہ شگاف تیری ضرب تجھ سے کشادِ شرق و غرب
تیغِ ہلال کی طرح عیش نیام سے گذر

جسمانی فوائد

سُرخ رنگ کے انوار کے تصورِ اسم اللہ میں اپنے اندرونی تمام اعضاء کو ہر روز صبح اور رات کو مستغرق کیا کرے گا وُہ شخص بڑی عمر کا ہونے کے باوُجود جوان معلوم دے گا۔ بڑی عمر کے لوگ اگر یہ تصور کریں تو اُن کی صحت جوانی کی طرف مائل ہو جائے گی۔ نیز عام اشخاص میں بھی ہمت، استقلال، قوت اور طاقت پیدا ہوتی جائے گی نیز ڈاکٹر، حکیم اگر اس کا تصور کریں گے تو اُن کے ہاتھ سے جلد شفا ہُوا کرے گی۔

حقیقتِ حال:

ابھی پرسوں ۲۵/۸۹ کو میرے پاس میری تصانیف پڑھ کر جناب محمد منور شاد ریونیو آفیسر آف گوجرانوالہ میرے پاس بھاگم بھاگ تشریف لائے کہ ڈاکٹر صاحب میں نے کتاب میں پڑھا کہ آپ کی عمر کافی ہے اور آپ کہیں دُنیا سے کوچ نہ کر جائیں۔ لیکن آپ تو جوان معلوم دیتے ہو۔ میں نے کہا میری جوانوں جیسی صورت تو انشاءاللہ مرتے دم تک قائم رہے گی خواہ میں اس وقت ۶۰ برس کا ہوں۔

تُو اُسے ہر رُوپ میں ہر رنگ میں پہچان

برقِ ایمن مرے سینہ میں پڑی روتی ہے
دیکھنے والی ہے جو آنکھ کہاں سوتی ہے

۴ "تصوّر اسمِ اللہ بصُورتِ سفید انوار"

رُوحانی فوائد

اسم اللہ کو سفید براق انوار کی صُورت میں اپنے قلب، سینہ، دماغ، پیشانی پر خیال سے مرقوم کیا کیجئے۔ اگر آپ نے استقامت دکھائی تو کثرتِ تصوّر سے آپ عالم لاہوت ولامکان میں پہنچ جائیں گے۔ مزید استقامت دکھائی تو آپ کے ہر اعضاء پر باطن میں اسم اللہ مرقوم ہو جائے گا۔ نیز آپ کا جسم تمام صفاتی اسماءِ الٰہی سے خود بخود منقش و مرقوم ہو جائیگا۔ اور آپ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کریں گے۔ تمام قرآن پاک آپ کے اندر بلا حفظ پڑھا جانے لگے گا۔ یاد رہے یہ مقاماتِ الٰہیّہ میں سب سے پہلا مقام ہے۔ یہاں پہنچ کر آپ مقام لاتخف ولاتحزن میں داخل ہو جائیں گے۔

جسمانی فوائد

اگر آپ سفید رنگ انوار میں تصوّر اسم اللہ ذات کریں گے تو یہ آپ کی جسم کی تمام صفاتی کثافتیں کو پاک کر دے گا۔ نیز اس تصوّر میں تمام جسمانی بیماریوں کو دُور کرنے کی بہت بڑی صلاحیت موجود ہے مرضِ غول

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا صُوفی، گئی روشن ضمیری

ومعالجین دونوں کے لیئے نہایت مفید ہے۔ اس سے آپ کے مزاج میں سنجیدگی۔ حوصلہ۔ استعداد۔ درگزر وعفو کرنے کی اہلیت پیدا ہوگی۔

نوٹ، بچپن میں اِس بندہ پر سب سے پہلے سفید برّاق رنگ کی تجلیات کا ہی نزول شروع ہُوا تھا۔ جس کی چمک دمک آنکھوں کو چندھیا دینے والی ہوتی تھی۔ کثرتِ مشق سے پھر یہ تجلیات اِس قدر برپا ہونے لگیں کہ مجھے متوجہ ہونے یا آنکھ بند کرنے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ پاکستان بننے کے دو سال بعد بالکل کھُلی آنکھوں سے یہ تجلیات شروع ہو گئیں۔ یہ سب کچھ مَیں نے آپکے یقین میں اضافہ کے لیئے آپ کو بتایا ہے۔ واللہ اِس میں نمائش کی ہرگز کوئی کدُورت نہیں ہے۔

⑤ تصوّرِ اسمِ اللہ بصُورتِ سبز انوار

رُوحانی فوائد اگر نہایت ہی مستقل مزاجی سے سبز رنگِ انوار میں تصوّر اسم اللہ اپنے دِل، سینے، دماغ میں کرتے رہیں گے اور استغراق بعہ زاویۂ نگاہ کرتے رہوگے۔ تو

سمجھ میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہیے

کمالِ استغراق اور کمالِ تصوّر میں آپ مقامِ عالمِ یاھوت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور آپ کو مجلس حضور نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نصیب ہوگی۔ آمین! اِسی مقام کا دُوسرا نام مقامِ محمّدی ہے۔ اور حضور کی دائمی مجلس حضوری میں آپ کو داخلہ نصیب ہوگا۔ اِس سے بڑی اور کیا خوش نصیبی ہوگی کہ آپ استادِ کل کی یونیورسٹی میں داخل ہو جائیں گے۔

جسمانی فوائد

یہ تصوّرِ اسمِ اللہ برنگِ سبز بھی ڈاکٹر، حکیم ومعالجین کو نہایت مفید ہے۔ نیز عام لوگوں میں اس تصوّر سے بالیدگی۔ نشو و نماءِ بدن۔ کینسر اور اندرونی اعضاء کے زخم کے اندمال کی بڑی صلاحیت ہے۔ نیز اعصابی مریض، ذہنی مریض اس پر خاص توجہ دیں۔ ذہنی انتشار اس سے بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ نیز جسم کی نشو و نما میں یہ خاص کردار ادا کرتا ہے۔ آجکل کینسر کا مرض عام ہے وُہ اس پر خاص توجہ دیں کہ یہ انکے نعمت غیر مترقبہ ہے۔

درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

عطارؔ ہو رومیؔ ہو رازیؔ ہو غزالیؔ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

⑥ تصوّر اسمِ اللہ بصورت نقشی انوار

رُوحانی فوائد

جو کوئی نقشی رنگ کے انوار میں تصوّرِ اسم اللہ کرے گا اُس کی رسائی اوّلین نورؔ جسے نورِ محمّدی بھی کہتے ہیں کی طرف ہو جائے گی۔ اور وہ سات صفاتِ ذاتی سے متصف ہو جائے گا۔ اس مقام کو عالم حاجوت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

نوٹ: گو ہر عالم ہر لطیفہ کے لئے الگ الگ اسم مخصوص ہے تاہم یہ تمثیلاً بیان کیا گیا ہے۔ (ii) ہر شخص درجہ بدرجہ اوّل سے لے کر آخر تک پہنچ سکتا ہے یک دم نہیں۔

جسمانی فوائد

اس رنگ میں تصوّرِ اسم کرنے والے اشخاص صاحبِ طمانیت۔ قلب پُر سکون۔ دُنیا ومافیہا سے بے نیاز۔ پاک دامن و پاک طینت و قریب خداوندی کے نزدیک تر ہو جاتے ہیں۔

رہیگا راوی و نیل و فرات میں کبتک
ترا سفینہ کہ ہے بحرِ بیکراں کیلئے

⑦ تصورِ اسم اللہ بے تصور بصورت بیرنگ و بیصورت

رُوحانی فوائد

اِس عالم کا نام مقامِ ذات ہے حالانکہ اُس کا کوئی مقام نہیں۔ اُس کی صُورت یہ ہے کہ بے صُورت ہے۔ بے مثل ہے، بے مثل ہے
پس اگر احدیت کی تلاش ہے تو وحدانیت سے بھی گزر اور اپنی صفاتِ کونیہ سے بھی گذر۔ بلکہ اپنے آپ سے بھی گزر کہ تجھے بقا نصیب ہو۔
اسی مقام کا نام مقامِ ھُو ہے اور اسی مقام کو مقامِ فقر، بقا باللہ، باقی باللہ کہتے ہیں۔ اسی مقام کا دُوسرا نام ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

پس خالص درویش مکمل فقیر اکمل رہنما سب سے زیادہ اہلِ توحید ہوتے ہیں۔

جسمانی فوائد

عوامُ النّاس کے لیئے دن رات اسمِ اللہ کا ذکر جاری رکھنا۔ اُس کی عبادت کرنا۔ اُس کا ہر حکم بجا لانا اپنی عبودیت کا عجز اور اُس کی

ہے ذوقِ تجلّی بھی اِسی خاک میں پنہاں
غافل تو نِرا صاحبِ ادراک نہیں ہے

ربُوبیّت کا اقرار، اُسی سے حاجات طلب کرنا۔ اور اُسی کی طرف ہاتھ اُٹھا کے دُعا مانگنا اور اُسی کو قاضی الحاجات سمجھنا باعثِ خیر و برکت ہے۔ ہاں البتّہ انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پکڑنا اور دُعا صرف اور صرف اللہ تعالےٰ سے مانگنا درست ہے۔ درحقیقت اُس نے پیدا ہی ہمیں صرف اور صرف اپنی عبادت کے لیئے کیا ہے۔ پس اُس کا پاک نام آپ میں پاکدامنی۔ پرہیزگاری۔ نیک سیرت و نیک کرداری پیدا کر دے گا۔

برائے ایصالِ ثواب
والدین
ریاض مسعود و اہلِ خانہ

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

قارئینِ کرام! کیا آپ چاہتے ہیں کہ بند آنکھوں کے ساتھ ساتھ آپ کو کھلی آنکھوں سے بھی مشاہدات ہونے لگیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ کھلی آنکھوں سے تجلیات کا دن رات مشاہدہ کرو۔ اور پھر اس کی کلید بھی آپ کو حاصل ہو جائے۔ نیز الہام اور باطنی غیبی آوازیں کیسے سنی جا سکتی ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ غیبی متجلی روشن اور تاباں اسم اللہ آپ کو کھلی آنکھوں سے نظر آئے اور بند آنکھوں سے بھی نظر آئے نیز سینکڑوں تصوف اور نگاہ پیدا کرنے کے دیگر نکات آپ کو معلوم ہو جائیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ جاگتے جاگتے بیٹھے بیٹھے باطنی دُنیا میں آؤ جاؤ۔ نیز جس وقت آپ کا دِل چاہے باطن میں جاسکو اور جس وقت دِل چاہے آسکو۔ کیا آپ باطنی پرواز حاصل کرنے کے قانون و قواعد جاننا چاہتے ہو یُوں کہ آنا جانا آپ کے اختیار میں ہو جائے۔ علم العین ایک معمہ ہے پس کیا آپ یہ معمہ کھولنا چاہتے ہیں۔ از رُوئے طلب کے طریق علاج، ایلوپیتھی طریق علاج، ہومیوپیتھی طریقِ علاج پر اِس بندہ نے نہایت گہری اور دقیق تحقیقات کی ہے۔ پس کیا آپ ایسے نسخوں کو جاننا چاہتے ہیں کہ جو آپ کو لاکھوں روپے میں بھی نہ ملیں۔ جن سے آپ اپنے گھر بیٹھے ایسے علاج کرسکیں

ہر اِک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

جن پر آپ سینکڑوں روپے خرچتے ہیں اور وہ مفت میں اپنے گھر بیٹھ کر اپنا علاج روزمرہ کا خود کر لیا کریں۔ پس آپ روحانی طریقے سے بھی اور طبی و ڈاکٹری طریقہ سے بھی اپنا روزمرہ کا علاج خود بڑی آسانی سے کر لیا کروگے۔ یہ طریق علاج میری ساری زندگی کا نچوڑ ہوگا۔ جو عوام کی بہتری اور بھلائی کیلئے عام کر دیا ہے۔ نیز اگر اور سینکڑوں روحانیت کے مشکل اور باریک نکات کھولنے اور سمجھنے کا شوق ہو تو میری نئی تصنیف سبحان اللہ (سلسلۂ تصنیف ۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

قارئینِ کرام! تصنیف "زارِ زعفران" اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے۔ یہ بندہ بہت روز آپ سے ہمکلام رہا۔ اب آپ سے جُدا ہو رہا ہوں۔ جب تک کہ تصنیف "سبحان اللہ" (سلسلۂ تصنیف ۵) آپ کے ہاتھوں تک پہنچے اُس وقت تک اجازت پھر ملیں گے۔ خدا حافظ!

والسلام

؎ یُوں اُٹھے تری گلی سے میتر
جیسے کوئی جہاں سے اُٹھتا ہے

احقر ڈاکٹر نور محمد نور سرسری قادری جلالپوری

ہدیہ کتاب

اول گیارہ بار درود شریف۔ ایک بار الحمد شریف

۔تین بار سورۃ اخلاص۔ آخر گیارہ بار درود شریف

برائے ایصال ثواب

مصنف تصنیف ہذا

ڈاکٹر نور محمد نور (سروری قادری، جلالپوری)

(دعا کا طالب) ریاض مسعود

riazmasud2k@gmail.com

netdokan@gmail.com

Cell# 03334215416

نام تصنیف	قیمت	مضامین (کیفیت)
سلسلۂ تصنیف ۴ (اردو) "زارِ زعفران" دبستانِ انوار ردا و راز و اسرار اسم اللہ حقیقی محبوب القلوب تسکینِ جان	۳۰ روپے	تصورِ اسم اللہ ذات کیسے اور کیونکر اپنی حقیقی شان میں متجلی ہو سکتا ہے۔ توجہ کا ملکہ کیسے پیدا ہوتا ہے اور توجہ کیونکر کام کرتی ہے۔ کامل پیر و کامل مرید عشق کے درجات۔ اقسامِ استغراق۔ فیض حاصل کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہے۔ اسم اللہ سے روحانی و جسمانی علاج کے طریقے۔ باطنی نگہ کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ باطنی پرواز کیونکر جاری ہوتی ہے۔ تصوف کے باریک نکات۔ اسم اللہ سے مرقوم مجلے کیونکر پیدا ہوتے ہیں تصورِ اسم اللہ کے گیارہ نکات۔ یکتائے راز و رازِ و اسرار۔ تجلیات کا نزول اپنے اختیار سے باطن میں کیسے آ جا سکتے ہوں
سلسلۂ تصنیف ۵ (اردو) "سبحان اللہ" ملقب اسم اللہ متجلی بچشم باز تجلیات۔ القاب اکسیر جسم و روح تسکینِ قلب آرامِ جان:	۴۰ روپے	بند آنکھوں سے مشاہدات کے بعد کھلی آنکھ سے مشاہدات کیسے جاری ہوتے ہیں۔ کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے اصول و قوانین۔ کھلی آنکھوں سے تجلیات کا نزول دن کو بھی رات کو تنہائی میں بھی مجلس میں بھی تجلیات کا نزول جاری رہتا ہے۔ اپنے اختیار سے باطن میں آنا جانا۔ اسم اللہ حقیقی متجلی اجراءِ الہام، غیبی آوازیں سننا کیسے اور کیونکر۔ وجود نور۔ اسم اللہ سے مرقوم نوری مجلے۔ علاج روحانی و جسمانی۔ عمر بھر کے طریقۂ علاج کا نچوڑ میرے ذاتی طبی نسخے و تجربات سے آپ گھر بیٹھے اپنا علاج خود کر سکیں گے۔ اور ہزاروں روپے خرچ کرنے سے بچ جائیں گے۔ اس سے بچے جوان بوڑھے یکساں فائدہ اٹھا سکیں گے
سلسلۂ تصنیف ۶ (اردو) "ماشاءاللہ" تجلیات بچشم باز مشاہدات، اکسیر القلوب	۳۰ روپے	استغراق۔ حواسِ خمسہ ظاہری و باطنی، باطنی پرواز۔ تجلیات کا نزول مشاہدات۔ ملاقاتِ انبیاء و اولیاء۔ تصوف کے باریک نکات کا حل۔ اسم اللہ حقیقی متجلی۔ کامل مرید۔ فیضان کا حصول اور خطوط کے جوابات پر مشتمل ہے۔

ملنے کا پتہ:

(۱) ڈاکٹر نور محمد نور سروری قادری جلالپور بھٹیاں تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ

(۲) سلطان احمد۔ کلاتھ مرچنٹ جلالپور بھٹیاں خاص تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ

مقام اس کا ہے دل کی خلوتوں میں ۔ خدا جانے مقامِ دل کہاں ہے
بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشمِ آدم کو

(علاوہ محصول ڈاک)